

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَقِيقَةُ اِيَّاكَ مَحَبَّةُ الْجَنَّةِ فَلْيَتَزَوَّدُوا مِنْهَا
(الحديث، جامع ترمذی)

جو جنت کی ترویج کی جا رہا ہے اسے چاہئے کہ جماعت سے وابستہ رہے

اِسْلَام اور جماعتی زندگی

مُصَنَّفٌ

مَوْلَانَا شَمْسُ الدِّیْنِ

فاضل جامعہ ستاریہ اسلامیہ، کراچی

ناشر

شُعَبَةُ نَشْرٍ وَ اِشَاعَةِ

مَسْرُكِي دَارِ الْاِمَارَاتِ، جماعتِ عشر باءِ اہلِ الحَدِيثِ
جامع مسجد محمدی، محمد بن قسام روڈ، کراچی (پاکستان)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

اسلام اور جماعتی زندگی

مصنف

مولانا شمس الدین

اشاعت اول

ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ / نومبر ۲۰۱۲م

کتاب ملنے کے پتے

مکتبہ ستاریہ

جامعہ ستاریہ اسلامیہ بلاک 6 گلشن اقبال کراچی

فون: 0321-2295652

مکتبہ آیوبیہ

حدیث محل، اسے ایم نمبر انرس روڈ - کراچی ۷۴۲۰۰

فون: 021-32632692

نَاشِر

شعبہ نشر و اشاعت

سرکاری دارالامارت، جماعت غریبہ اہل الحدیث
جامع مسجد محمدی، محمد بن قاسم روڈ - کراچی (پاکستان)

فون: 021-32628102، 32216835 فیکس: 021-32632827

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تعارف..... مولانا محمد رمضان یوسف سلفی	۵
۲	مقدمہ..... مولانا عبدالعظیم حسن زکی	۱۱
۳	التزام جماعت کی اہمیت	۱۹
۴	التزام جماعت کی اہمیت ایک اور زاویے سے	۲۳
	فصل دوم:	
۵	التزام جماعت کے لیے امارت شرط ہے	۳۷
	فصل سوم:	
۶	بیعت	۵۳
۷	بیعت سے متعلق چند مسائل	۶۰
۸	مسئلہ بیعت	۶۹
	فصل رابع:	
۹	اطاعت و سماعت	۷۹
	شرعی امارت، ممتاز اور جید علماء اہل حدیث کی تائید اور:	
۱۰	امارت شرعیہ	۹۵
۱۱	کیا خلیفہ یا امیر کا مقرر کرنا ضروری ہے؟	۱۰۳
۱۲	اہل حدیث کی سیاست؟ امارت و خلافت کی سیاست ہے جس کی اسلام	
	میں بڑی اہمیت ہے	۱۱۴
۱۳	امت محمدیہ کے لیے اسلام کا پیش کردہ لائحہ عمل	۱۱۹
۱۴	جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان	۱۲۳
۱۵	جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت	۱۲۶

تعارف

اسلام کے ابتدائی دور کرچھوڑ کر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو مسلم اُمہ افتراق و انتشار کا شکار دکھائی دیتی ہے۔ ایک طرف تو یہود و ہنود نے مسلمانوں پر ظلم ڈھائے جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور روئے زمین پر بسنے والے مسلمان ان کے ظلم و جبر کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف تقلیدی مذاہب معرض وجود میں آنے سے مسلمان مسلکی گروہ بندیوں اور تعصب کا شکار ہوئے جس کے آگے چل کر تباہ کن اثرات ظاہر ہوئے۔ حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسولؐ کی طرف اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔ (النساء: 58)

مسلمانوں کو متحد و متفق ہو کر رہنے کے متعلق فرمایا۔

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور اکٹھے رہو۔

ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ جماعتی زندگی گزارنے کی تاکید و تلقین کی گئی ہے جبکہ احادیث مبارکہ میں بھی صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ مسلمان متحد و متفق ہو کر اتفاق و اتحاد سے جماعت بنا کر رہیں۔ جماعتی زندگی ہی اصل میں اسلامی تعمیر و ترقی اور اخروی نجات کا باعث ہے جماعتی زندگی کو اپنانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان الفاظ میں وصیت کی تھی۔ (ترجمہ) میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(۱) تم پر فرض ہے کہ جماعت بن کر رہو (۲) اور امام کی بات سنو (۳) اور اطاعت کرو (۴) اور ہجرت کرو (۵) اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کر لے اور تائب ہو جائے اور جس نے جاہلیت کی زندگی (یعنی افتراق و انتشار بغاوت) کی دعوت دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لوگوں نے پوچھا اگر چہ وہ نمازی اور روزے دار ہو؟ فرمایا کہ ہاں اگر چہ وہ نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور اپنے خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے علیحدہ ہو جائے اور جماعت کو چھوڑ دے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ مسلمان دارالسلام میں بستے ہوں یا دارالکفر میں بہر حال وہ اقامت جماعت کے مکلف ہیں۔ اسی اہم حقیقت کا اعلان کرتے ہوئے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ..... اسلامی زندگی نہیں ہو سکتی بغیر جماعتی زندگی کے اور جماعتی زندگی نہیں ہو سکتی بغیر امارت کے اور امارت کا دار و مدار اطاعت امیر پر ہے۔ التزام جماعت، جماعتی زندگی اور اطاعت امیر و مامور سے متعلق بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جن سے اس مسئلے کی اہمیت و افادیت نمایاں نظر آتی ہے۔ انہی فرامین کو ملحوظ رکھ کر محدث ہند مولانا حافظ عبدالوہاب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے انیسویں صدی کے آخر میں التزام جماعت کا اہتمام کرتے ہوئے جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد رکھی اور اس خطے میں ”عمل بالجہاد“ کی تحریک کا آغاز فرمایا۔ اسلامی طریقہ پر نظم و ضبط کے لحاظ سے ہندوستان میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے بعد یہ پہلی جماعت تھی۔ یہ مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص ہی کا ثمر ہے کہ ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود ان کی قائم کردہ جماعت غرباء اہل حدیث قائم و دائم ہے اور توحید و سنت کے میدان میں نہایت سرگرمی سے کام کر رہی ہے۔ ماضی قریب کے عظیم مؤرخ قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری (متوفی 15 اکتوبر 1996ء) اپنے ایک مضمون میں مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کی جماعت کے بارے

میں لکھتے ہیں۔ میں صاحب (میاں نذیر حسین دہلوی) کے تمام تلامذہ پورے خلوص
تندہی اور مستعدی سے سیماہ صفت مسلک عمل بالجہدِ یث کے لیے وقف تھے۔ ان تمام میں مولانا
عبدالوہاب محدث ملتانی دہلوی مرحوم کے جذبہ فروغِ عمل بالجہدِ یث کا جہان ہی نرالا تھا۔ وہ ہر وقت
مسلک کی تبلیغ، سنت کے احیاء اور حدیث کی اشاعت میں پارے کی طرح مضطرب رہتے تھے۔
سونے پر سہاگہ کی کہادت تو آپ نے سنی ہوگی۔ مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ
کی کیفیت وہی تھی۔ یعنی اہل حدیث بجائے خود اپنے مسلک حقہ کے بارے خاصے ذکی الحس اور
تیز تھے۔

غرائبِ اہل حدیث ہونے اور مولانا عبدالوہاب دہلوی کی معیت، صحبت اور تربیت اسی
شراب کو دو آتشہ بنا رہی تھی۔ امیر المجاہدین حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم تعلیم
الاسلام ماموں کا جن، مولانا عبدالوہاب کے شاگرد تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے
مولانا عبدالوہاب میں یہ خوبی خاص کثرت سے ودیعت فرمائی تھی کہ جو طالب علم ان کی تربیت
میں چند ہفتے گزار گیا وہ اس کے رگ ریشے اور نس نس میں سنت کی محبت، حدیث کی عظمت، توحید
کی پختگی اور عمل بالجہدِ یث کی لگن پیدا کر دیتے تھے۔ ان کی محبت سے ان میں تمسک بالسنہ کا جذبہ
موجزن ہو جاتا تھا۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی اور ان کی تحریک غرائبِ اہل حدیث نے بڑے بڑے دینی کارنامے
انجام دیے۔ دہلی، یوپی، اتر پردیش، پنجاب و بنگال کے کئی مقامات پر اس تحریک نے دین کے
عظیم مراکز قائم کئے۔ پورے شد و مد سے اور جوش و خروش سے فکرِ اہل حدیث اور تحریکِ عمل
بالحدیث کی تبلیغ کی۔ لوگوں کے طعن و تشیع اور ملامت کی پروا کئے بغیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنتوں کا احیاء کیا۔ اس سلسلے میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اس باب میں ہر قسم کی مصائب
اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ دہلی میں ہندوؤں اور سکھوں کی شورش کے پیش نظر
گورنمنٹ برطانیہ نے گائے کا ذبیحہ بند کر دیا۔ ہندوستان بھر میں یہی ایک ماں کا لعل تھا جو پوری
جراتِ ایمان، عزم، حوصلہ، اسلامی غیرت، دینی حمیت، مومنانہ شجاعت و بسالت سے خم ٹھونک کر
میدانِ عمل میں اترا اور برسرِ عام قربانی کے ایام میں گائیں ذبح کیں اور واضح کیا کہ یہ میرا دین

ہے۔ میں کسی بھی گورنمنٹ کی دین کے معاملہ میں مداخلت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کا رد عمل اور نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس حلال کو حرام نہیں بننے دوں گا اور اس سنت رسولؐ کو جان کی بازی لگا کر بھی زندہ رکھوں گا۔

یہ جذبہ احیاء سنت و لوہ عمل بالحدیث، عزم فروغ مسلک اور داعیہ اشاعت توحید آپ نے اپنے تلامذہ میں بھی پیدا کیا۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامی گرامی علماء ہیں۔ (صحیفہ اہل حدیث 16 ذیقعدہ 1496ھ) مولانا عبد الوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جماعت غرباء اہل حدیث“ کے نام سے جس تحریک عمل بالحدیث کا اہتمام فرمایا تھا ابتداء میں بعض علماء نے اس کی مخالفت کی لیکن آگے چل کر بہت سے نامی گرامی علماء اس تحریک میں شامل ہو کر مولانا عبد الوہاب دہلوی کے دست و بازو بنے۔ دیگر یہ کہ ان کے اخلاف نے بھی پوری ذمہ داری سے مولانا کی قائم کردہ جماعت کی آیاری کی اور اس کی ترویج و ترقی میں دن رات کوشاں رہے۔ اس سلسلے میں حضرت الامام مولانا حافظ عبد الستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ عبد الغفار سلفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ عبد الواحد سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عبد القہار سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعتی خدمات قابل تحسین ہیں۔

گزشتہ 35 سال سے حضرت مولانا حافظ عبد الرحمان سلفی صاحب مدظلہ العالی جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے امیر ہیں۔ آپ نہایت ذکی و فطین اور تقویٰ شعار بزرگ ہیں۔ ملکی و مسلکی حالات کے علاوہ عالم اسلام کے مسائل سے بھی آپ باخبر رہتے ہیں۔ جماعت کی تعمیر و ترقی میں ان کی علمی بصیرت اور مومنانہ فراست سے اس وقت جماعت کے کئی شعبہ جات تعلیم و تعلم، درس و تدریس، وعظ و تقریر، تصنیف و تالیف اور فلاحی کاموں میں سرگرم عمل اور فعال دکھائی دیتے ہیں مرکزی دارالامارت کراچی، جامعہ ستاریہ کراچی، کلیۃ فاطمۃ الزہراء للبنات، جامعہ ستاریہ سکھر، دارالحدیث جامعہ معاویہ لاہور اور دیگر بہت سے جماعتی ادارے امام صاحب کی زیر سرپرستی کام کر رہے ہیں جبکہ جماعت کا آرگن پندرہ روزہ ”صحیفہ اہل حدیث“ محترم مولانا حافظ عبد الجبار سلفی حفظہ اللہ کی ادارت میں توحید و سنت کے پرچار میں اپنی اشاعت کے چورانوے (۹۴) سال میں رواں دواں ہے۔

الغرض عصر حاضر میں مولانا امام عبدالرحمان سلفی صاحب پیرانہ سالی اور بیماری کے باوجود جوانوں کا ساعزم اور ہمت رکھتے ہیں اور اپنے جد امجد کے مشن کی آبیاری میں پوری لگن سے کوشاں ہیں۔ پیش نگاہ کتاب ”التزام جماعت کی اہمیت“ حضرت الامام صاحب کے حکم کی تعمیل میں جامعہ ستاریہ کراچی کے فاضل مولانا شمس الدین بلتستانی اور ان کے برادر کبیر مولانا نصر اللہ حسن فاضل جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ نے مرتب کی ہے۔ یہ کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں التزام جماعت کی اہمیت، التزام امارت کے شرائط، مسئلہ بیعت، اور اطاعت و سماعت ایسے مسائل پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور اپنے موقف کی تائید میں قرآن و احادیث سے دلائل دے کر ان مسائل کو خوب صورتی سے اجاگر کیا گیا ہے۔ امید واثق ہے کہ اس سے جماعتی زندگی کی اہمیت اور مسئلہ بیعت کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ کتاب اپنے مندرجات کے اعتبار سے بہت عمدہ ہے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ لائق مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہر خاص و عام کو اس سے مستفید فرمائے اور حضرت الامام مولانا عبدالرحمان سلفی صاحب کو کامل صحت و عافیت دے تاکہ جماعت ان کی امارت میں دین اسلام کی اشاعت کا کام بھرپور طریقے سے جاری رکھ سکے۔ آمین یا رب العالمین

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

(نمائندہ جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان)

خَرَجَ الشَّابُّ بِرَبِّهِ إِلَى الْعِلَمِ عُنُقُهُ
مِنْ مَنِ الْجَمَاعَةِ قَدْ فَقَدَ إِسْلَامُ مَنْ

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا
اس نے اسلام کا ہارا اپنے گلے سے اتار پھینکا۔

(مشکوٰۃ شریف)

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء، ۵۹)

ترجمہ: ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور تم میں سے جو صاحب امر ہوں ان کی (اطاعت کرو) اور اگر کبھی باہم تنازعہ کر لو تو اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور انجام کے لیے عمدہ ہے۔

انسان کو مدنی الطبع کہا جاتا ہے یعنی انسان انفرادی اور تنہائی کی زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ اس کی فطرت ہے کہ بہت سے افراد باہم مل جل کر گروہ، قوم، قبیلہ کی صورت میں رہیں جب انسان تنہا نہیں رہ سکتا اور اجتماعی زندگی ہی اس کی فطرت ہے تو پھر اجتماعی زندگی میں ضروریات زندگی جو مشترک ہوتی ہیں ان کے حصول کے لیے باہمی کشمکش بھی لازمی ہوتی ہے ایک تو ضرورت کی بناء پر دوسری وجہ یہ کہ انسان کو ظلوماً جھوٹا کہا گیا ہے اس کی سرشت میں ظلم کی خوبی پائی جاتی ہے اور جہالت کی طبیعت بھی اور چونکہ مشترکہ مفادات کے حصول اور ظالمانہ طبیعت کی وجہ سے یہ کشمکش باہمی تنازعات کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور پھر یہ تنازعات باہم جدال و قتال تک پہنچ جاتے

ہیں۔ چنانچہ ان تنازعات اور کشمکش کے خاتمے یا رونما ہونے سے روکنے کے لیے غالی دماغ لوگ اپنے قبیلہ، قوم، علاقے اور ملک میں کچھ اصول و ضوابط وضع کرتے ہیں ان اصول و ضوابط کو قوانین کہا جاتا ہے پھر ان قوانین کو رائج کرنے کے لیے کچھ افراد مخصوص کیے جاتے ہیں۔ قبائلی اور دیہاتی علاقوں میں یہ افراد پنچایت، جرگہ وغیرہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ جب کہ سیاست کی اصطلاح میں اس گروہ کو حکومت یا انتظامیہ کہا جاتا ہے۔ اسلام کی آمد سے قبل دنیا کے بیشتر ممالک میں۔ یہی قبائلی اور گروہی طریقہ رائج تھا۔

مگر چونکہ یہ اصول و ضوابط اور قوانین بنانے والے انسان ہوتے تھے اور انسان میں کچھ طبعی اور کچھ فطری و قدرتی کمزوریاں ہوتی ہیں۔ مثلاً محدود علم، کسی فریق کی طرف رجحان اور جھکاؤ، کسی سے نفرت، کسی کے لیے محبت کا جذبہ، کسی کے لیے نرمی تو کسی کے لیے سختی یا تعصب کے جذبات، اپنی قوم کے لیے فائدہ سوچنا اگرچہ اس میں کسی دوسری قوم کا نقصان ہی کیوں نہ ہو تو ان کمزوریوں کی وجہ سے کوئی ایسا قانون ان سے نہیں بن پاتا جو تمام اقوام، تمام علاقوں اور تمام انسانوں کے لیے یکساں مفید ہو۔ اس طرح اس قانون کو نافذ کرنے والے انسانوں میں بھی اس طرح کی کمزوریاں ہوتی تھیں جن کی وجہ سے وہ عادلانہ طور پر کسی قانون پر عملدرآمد نہیں کر پاتے تھے۔ اور اس طرح مختلف بستیوں کے باشندوں، مختلف قبائل اور اقوام میں دائمی تنازعات موجود رہتے تھے ان تنازعات اور جھگڑوں کے خاتمے اور انسانوں کو بہتر اور پر امن و خوشحال زندگی فراہم کرنے کے لیے اللہ نے قانون سازی کا عمل انسانوں پر نہیں چھوڑا بلکہ خود اللہ نے دین کے نام سے پوری انسانیت کے لیے ایک آئین نازل کیا اور پھر اس دین کے نفاذ کے لیے اپنے خاص بندے انبیاء مبعوث فرمائے اور یہ انبیاء دنیا میں آکر چند بہترین افراد کا انتخاب کرتے تھے ان کی دینی تربیت کرتے۔ ان کو دین سمجھاتے اور پھر نبی اور اس کے یہ منتخب کردہ مخلص افراد اس دین کو نبی کی موجودگی میں اور اس کے دنیا سے جانے کے بعد بھی دیگر علاقوں، بستیوں اور اقوام تک پہنچاتے تھے چونکہ انسان کے بنانے ہوئے قوانین میں انسانوں کی اپنی خواہشات، کمزوریوں اور میلانات کا دخل ہوتا تھا اس لیے ان میں کہیں نہ کہیں کوئی کمی ضرور ہوتی تھی لہذا ان قوانین کی رو سے انسانی مساوات اور عمومی عدل کا قیام ممکن نہیں ہوتا تھا کہ جو لوگ قوانین بنانے یا نافذ کرنے والے ہوتے

تھے وہ اپنا مفاد مقدم رکھتے تھے۔ خود کو دوسروں سے برتر سمجھتے تھے اس لیے عوام کی بنسبت اپنے لیے اضافی مراعات و مفادات کو یقینی بناتے تھے اور اس طرح رفتہ رفتہ حکومت شہنشاہیت یا آمریت کا روپ دھار لیتی تھی اور پھر عوام کو اپنا غلام سمجھ کر اپنی خدمات پر مامور کر دیتے تھے۔ اس طرح جب بادشاہوں یا آمروں کا ظلم حد سے بڑھ جاتا تو عوام میں بغاوت پیدا ہوتی اور حکومت کا خاتمہ کر کے دوسری حکومت قائم کرتی مگر انسانی کمزوریوں یا انسانوں کے بنائے قوانین کی خامیوں کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حکومت بھی ظلم و استبداد پر اتر آتی اور یہ بغاوتوں اور حکومتوں کے قیام و انہدام کا سلسلہ جاری رہتا اس کے برعکس اللہ کے اتارے ہوئے دین میں کوئی خامی نہیں ہوتی تھی۔ اللہ کا علم بھی مکمل، وسیع اور لامحدود ہے اور اللہ کسی قسم کے جذبات، میلانات یا ترجیحات سے بھی مغلوب نہیں ہوتا اس لیے اس کا دین ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہوتا تھا اور اس میں کلی مساوات اور عمومی عدل کی مکمل ضمانت ہوئی تھی۔ اس طرح اس دین کو لانے والا پیغمبر اور اس پیغمبر کے بعد اس کے خلفاء کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اختیارات کا مالک صرف اللہ ہے اور نبی یا خلفاء کا کام اس دین کو خود پر اور دیگر لوگوں پر نافذ کرنے کے پابند ہیں۔ خود بھی اس پر عمل کریں گے اور دوسروں سے بھی کروائیں گے۔ انہیں کسی بھی قسم کا استثنیٰ حاصل نہیں ہوگا جب ان کو اس بات کا یقین ہوتا تھا تو یہ ظلم و جبر، آمریت و شہنشاہیت سے اجتناب کر کے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔ اس طرح کے خلیفہ کو امیر اور امام بھی کہا جاتا تھا۔ خلیفہ، امیر، امام یہ وہ اصطلاحات ہیں جو اللہ کے دین کو نافذ کرنے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے اور مسلمانوں کو باہم متحد و متفق کر کے بنیان مرصوص بنا کر ایک جماعت کی صورت دینے والے فرد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

جماعت کیا ہے۔ امیر، امام اور خلیفہ کی شرعی حیثیت، اہمیت اور ذمہ داریاں تفصیل سے پیش نظر کتاب میں آپ دیکھ سکیں گے البتہ عربی زبان میں ان الفاظ کے جو لغوی معانی ہیں انہیں مد نظر رکھنے سے ان کے شرعی معانی زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ میں آجاتے ہیں چنانچہ ذیل میں ہم عربی لغت سے اس کے معانی نقل کرتے ہیں۔

(۱) جماعت: عربی میں جَمْع کا معنی ہے متفرق چیزوں کو اکٹھا کرنا۔ عرب میں جب کسی

دن کو باہمی مشورہ کے لیے مقرر کرتے تھے۔ اور اس دن لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کسی معاملے میں مشورہ کرتے تھے تو اس دن کو یوم الجمعہ کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کا مختلف افراد کو اکٹھا کرنا اور باہمی مشورے سے امور سرانجام دینا۔ اس لیے اللہ نے مومنوں کی صفت بیان کی ہے۔ و امرهم شورى بينهم (شوریٰ نمبر ۳۸) ان کے باہمی معاملات مشورے سے (طے) ہوتے ہیں۔ (تاج العروس وغیرہ) اس طرح جماعت کی اہمیت و افادیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے اتحاد و اجتماعیت وجود میں آتی ہے اور مشاورت کا طریقہ بھی اپنایا جاسکتا ہے جسے اللہ نے مومنوں کی علامت قرار دیا ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آج سے تقریباً سو سال قبل دہلی میں مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جس کا نام حدیث کے ایک جملے (فطوبی للغرباء) پر رکھا جس کا ایک شورائی نظام ہے جس کے تحت مجلس شوریٰ کی تشکیل کی گئی ہے اور جماعت کے تمام امور اس مجلس شوریٰ کے اراکین کی آراء کی روشنی میں چلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح شرعی بیت المال قائم ہے جس میں زکات اور صدقات جمع کئے جاتے ہیں اور پھر مستحقین میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اسی بیت المال کے ذریعے ملک میں آنے والے قدرتی آفات میں متاثرین کی امداد کی جاتی ہے اور بہت سے مستحقین، یتیموں اور بیواؤں کو ماہانہ وظائف دیے جاتے ہیں۔ بجز اللہ ایک صدی گزرنے کے باوجود بھی آج تک جماعت کا نظم و نسق تسلسل کے ساتھ اور کامیابی سے جاری ہے یہ اتنا طویل عرصہ اس کامیابی سے گزارنے کی وجہ یہ ہے کہ جماعت کے اکابر خلوص دل سے دینی اور خلق خدا کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں بھی جماعت میں کسی قسم کا انتشار و افتراق پیدا نہیں ہوا اور اب تک دینی خدمت میں مصروف عمل ہے۔

امیر = عربی لغت تاج العروس میں اس کے معانی اس طرح بیان کیے گئے ہیں۔
الْأَمْرَةُ - راستہ بتانے کا نشان رہنمائی کرنے کا ذریعہ۔ اسی طرح ایستمار بھی اس سے ہے جس کا معنی ہے مشورہ کرنا۔ موتمر مشورہ کی جگہ اَمْرٌ حَکْمٌ کو اور اَمِیرٌ حَکْمٌ دینے والے کو کہتے ہیں۔

ان معانی سے واضح ہوتا ہے کہ امیر ایسا شخص ہوگا جو رہنمائی کرے۔ سیدھا راستہ بتائے اور مشورہ سے امور نمٹائے۔ جماعت غرباء اہل حدیث میں امیر مجلس شوریٰ کے مشورے سے جماعت کے امور سرانجام دیتا ہے اور دینی و فلاحی امور میں جماعت کی رہنمائی کرتا ہے۔

امام = عربی لغت۔ محیط اور تاج العروس میں اس کے معانی اس طرح لکھے ہیں۔
 امام۔ آگے شخص جو دوسروں کی رہنمائی کرتا ہو اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہو۔
 اِلَا مَامَةُ عربی میں اس دھاگے کو کہتے ہیں جو معمار دیوار کی اینٹیں سیدھی رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں جسے ڈوری اور ساهل کہتے ہیں۔

اس معنی کی رو سے امام اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قوم کی رہنمائی کرے اور ان کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرتا رہے انہیں راہ سے بھٹکنے نہ دے جو ہر ہر فرد جماعت پر نگاہ رکھے۔ جو افراد جماعت کو باہم دیگر اس طرح متحد و متفق رکھے جیسے دیوار میں چنی گئی اینٹیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں جیسے قرآن میں بنیان مرصوص کہا گیا ہے کہ یکجان ہو لا اللہ کے دین کے لیے جدوجہد کی جائے۔

بجملہ جماعت غرباء اہل حدیث میں ہمیشہ سے اتفاق و اتحاد برقرار رہنے کی وجہ یہی ہے کہ امام جماعت اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دیتا ہے۔ جماعت کے موجودہ امیر محترم جناب مولانا حافظ عبدالرحمن سلفی حفظہ اللہ نے جب سے امارت سنبھالی ہے۔ اس وقت سے لیکر اب تک جماعت کو منظم، متحد اور متفق رکھا ہے مشورہ سے امور جماعت سرانجام دیتے ہیں اور افراد جماعت سے ہمیشہ محبت، مودت اور شفقت سے پیش آتے ہیں اس لیے جماعت دین کی خدمت اور فلاحی خدمت دونوں میں بہترین خدمات انجام دے رہی ہے۔ انہی امور کی وجہ سے احادیث میں جماعت کے لزوم اور امیر کی اطاعت کی اہمیت بیان ہوئی ہے کہ اس کے بغیر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھنا، ان کو کسی عمل پر مسلسل برسر پیکار رکھنا، جماعت اور امیر و مامور کی زندگی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا اس لیے جماعت کا التزام اسلام کے قیام اور دین کی تبلیغ کے لیے لازم ہے۔ جماعت کے التزام سے متعلق جتنی احادیث ہیں انہیں جامعہ ستاریہ اسلامیہ گلشن اقبال کراچی سے فارغ التحصیل جماعت غرباء اہل حدیث کے نوجوان عالم دین مولانا شمس الدین نے پیش نظر کتاب: ”التزام جماعت“ میں بہت ہی خوبصورت انداز میں یکجا کیا ہے۔ ان احادیث سے

اخذ شدہ قیمتی نکات اور حاصل شدہ مفاہیم کو علمی طریقے پر اعلیٰ ترتیب سے ایک لڑی میں پرویا ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل اور عقلی براہین سے کتاب کو اس طرح مزین کیا ہے کہ کوئی بھی ذی فہم وصاحب شعور شخص اگر غیر جانبداری سے اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ جماعتی زندگی، امیر کی اطاعت، جماعتی کی اہمیت اور بیعت کی افادیت کا قائل ہو جائے گا۔

کتاب پر نظر ثانی ایک جماعت کے خطیب، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے فارغ التحصیل مولانا نصر اللہ حسن نے کی ہے اور کچھ مفید اضافے کیے ہیں جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ان دونوں جوان علماء نے بہت ہی محنت، کوشش اور تحقیق سے یہ تحریر مکمل کی ہے اور اس کی تکمیل میں صرف علمی قابلیت ہی نہیں بلکہ خدمت کا جذبہ، جماعت سے لگاؤ، حضرت الامیر حفظہ اللہ سے پر خلوص محبت اور جماعتی زندگی کی اہمیت بھی کارفرما ہے۔

اگرچہ اس موضوع پر مختصر تحریریں، پمفلٹ اور مضامین پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں مگر جس عرق ریزی اور منطقی طرز استدلال اور احادیث سے استنباط کا طریق اس کتاب میں اپنایا گیا ہے اس نے موضوع کا حق ادا کرنے کے علاوہ اس تحریر کو اعلیٰ علمی نمونہ بھی بنا دیا ہے۔ امید ہے کہ عوامی حلقوں کے ساتھ ساتھ علمی طبقہ میں بھی پذیرائی حاصل کرے گی۔

کتاب ہذا کی تکمیل میں ہر دو علماء کی کاوشوں کے علاوہ حضرت الامیر صاحب کی بھرپور حوصلہ افزائی اور رہنمائی شامل ہے۔ اگر حضرت الامام صاحب کی حوصلہ افزائی شامل حال نہ ہوتی تو شاید اتنی بہترین تحریر وجود میں آنا ممکن نہ ہوتا تصنیف وتالیف کی افادیت واہمیت سے حقیقی معنوں میں صاحبان علم ہی واقف ہوتے ہیں۔ اور بفضل خدا حضرت الامام صاحب دور حاضر کے ان چند علماء میں سے ہیں جنہیں تصنیف وتالیف یعنی کتب کی اہمیت کا بخوبی ادراک ہے اس وجہ سے اس کتاب کی تحریر کے لیے آپ نے مولانا شمس الدین کی بھرپور رہنمائی کی ہے اور کتاب کی اشاعت کو ممکن بنایا ہے۔ تحریریں اور کتابیں ہی ہر دور میں تبلیغ کا اہم ذریعہ رہی ہیں اور اب بھی ہیں۔ علم کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ کتاب ہی ہے۔

اس ضرورت کے پیش نظر جماعت غرباء اہل حدیث کے تحت تصنیف وتالیف کا شعبہ قائم

ہے جس کے تحت وقتاً فوقتاً تحریری کام ہوتا ہے۔ پیش نظر کتاب اس شعبہ کے تحت شائع ہوئی ہے۔ اور آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی جماعتی زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

شرعی اصولوں پر قائم اور کاربند جماعت غرباء اہل حدیث کو ہمیشہ قائم و دوام رکھے۔ حضرت الامام صاحب کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ تبلیغ و اشاعت دین اور خدمت خلق کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ آمین

عبدالعظیم حسن زئی

مدرس جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی / معاون مدیر صحیفہ اہل حدیث کراچی

مَرَادُكَ بِحُجَّتِكَ الْجَنَّةُ فَلْيَبْلُغْ الْجَمَاعَةَ

جو جنت کی تر و تازگی چاہتا ہے
وہ جماعت کے ساتھ چمٹا رہے۔

التزام جماعت کی اہمیت

عن حذیفة بن الیمان یقول کان الناس یسألون رسول الله ﷺ عن الخیر و کنت اسأله عن الشر مخافة أن یدر کئی فقلت یا رسول الله ﷺ انا کنا فی جاهلیة و شر فجاءنا الله بهذا الخیر فهل بعد هذا الخیر من شر قال نعم قلت وهل بعد ذلك الشر من خیر قال نعم وفيه ذخنٌ قلت وما دخنه؟ قال قوم یهدون بغير هدیة تعرف منهم وتنکر فهل بعد ذلك الخیر من شر قال نعم دعة علی أبواب جهنم من اجابهم الیها قذفوه فیها قلت یا رسول الله صفهم لنا فقال هم من جلدتنا و یتکلمون با لسننتنا قلت فما تأمرنی ان ادر کئی ذالک قال تلزم جماعة المسلمين و اما مهم قلت فان لم یکن لهم جماعة ولا امام قال فاعتزل تلك الفرق کلها و بعد ان تعض باصل شجرة حتی یدرکک الموت علی ذلک (بخاری کتاب الفتن)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں ان سے شر کے بارے میں دریافت کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں میں نے آپ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ اللہ نے ہمیں یہ خیر دی کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کی: تو کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہے؟ فرمایا ہاں مگر اس میں دخن ہوگا۔ میں نے عرض کیا وہ دخن کیا ہے؟ فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے بجائے دوسرے طریقے اپنائیں گے کچھ باتیں اچھی ہوں گی جبکہ کچھ باتیں بری میں نے عرض کی کہ اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ فرمایا ہاں جہنم

کے دروازوں پر داعی ہو گئے جو ان کی دعوت قبول کر لے وہ اسکو جہنم میں پہنچائیں گے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ان کے اوصاف بتائیے فرمایا وہ ہماری ہی نسل سے ہو گئے اور ہماری ہی زبان بولیں گے میں نے پوچھا اگر میں وہ وقت پالوں تو مجھے کیا حکم ہے؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو میں نے عرض کی کہ اگر ان کی جماعت اور امام نہ ہو تو فرمایا تو ان تمام فرقوں سے الگ ہو جانا اگرچہ تمہیں درخت کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑ جائیں تا آنکہ تمہیں موت آجائے اور تمہاری یہی حالت ہو۔

شر و فتنہ سے حفاظت اور حصول خیر کا نسخہ:

اس حدیث نے ایام شر و فتنہ میں شر و فتنہ کے اثرات سے حفاظت اور حصول خیر و امن کا نسخہ بتایا ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ ہر حالت میں التزام جماعت پیش نظر ہو اور کسی بھی حالت میں جماعت سے علیحدگی کی زندگی نہ گزاری جائے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے کہ ایام شر و فتنہ میں فرقوں کی کثرت سے مایوس ہو کر اپنی عاقبت کے خوف سے جنگل کا رخ کیا جائے اور درختوں کی جڑیں اور پتوں کو خوراک بنا کر اپنی زندگی اللہ کی عبادت کیلئے وقف رکھی جائے تو مفہوم صرف غلط ہی نہیں بلکہ مقصد تخلیق کائنات کے بھی منافی ہے۔

یہ مفہوم غلط ہے:

جہاں تک پہلی بات کہ ”یہ مفہوم غلط ہے“ کا تعلق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کی زندگی رہبانیت کی زندگی کہلاتی ہے جیسا کہ کیلانی۔ صاحب رقمطراز ہیں رہبانیت: کسی طویل اور مسلسل بے چین رکھنے والے خوف کی وجہ سے لذت دنیا ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لینا (تیسیر القرآن صفحہ نمبر 552) یعنی اس قسم کی زندگی رہبانیت کی زندگی ہے اور اسلام رہبانیت کی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دیتا کہ ”لا رہبانیہ فی الاسلام“ کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن مجید رہبانیت کو بدعت گردانتا ہے کہ ”و رہبانیۃ ن ابتدعوها ما کتبناھا علیہم“ (الحجید ۲۷) اور رہبانیت جو انہوں نے بطور بدعت اختیار کر لی تھی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ رہبانیت بدعت ہے اور بدعت دین میں

کسی نئی چیز کے اضافہ کرنے کو کہا جاتا ہے اور وہ گمراہی ہے اور بدترین کام ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”نشر الامور محدثا تھا و کل محدثہ بدعة و کل بدعة ضلالة (مسلم) دین میں نئی چیز کو داخل کرنا بدترین کام ہے اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔ گویا اسلام یہ تقاضہ نہیں کر سکتا کہ اس قسم کی زندگی گزاری جائے جو بدعت و گمراہی ہو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ روش زندگی غلط ہے اور جب یہ روش زندگی غلط ہے تو حدیث کا یہ مفہوم غلط ہے اور جب حدیث کا یہ مفہوم غلط ہے تو لامحالہ طور پر اس کا صحیح مفہوم یہ نکلا کہ شروقتہ سے حفاظت اور حصول خیر کیلئے ہر حالت میں التزام جماعت اور جماعتی زندگی گزاری جائے۔ ۱

مقصد تخلیق کائنات:

جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ یہ مفہوم تخلیق کائنات کے منافی ہے۔ قرآن مجید مقصد تخلیق کائنات بیان کرتا ہے کہ ”وما خلقنا السماء والارض وما بينهما للعین لو اردنا ان نتخذ لھو الا نتخذھ من لدنا ان کننا فاعلین بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغھ فاذاھوا زاهق و لکم الویل مما تصفون (الانبیاء ۱۶-۱۸)

ترجمہ: (اور ہم نے ارض و سماء اور جو کچھ انکے درمیان ہے انہیں محض کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا بلکہ ہم باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں تو باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے اور باطل شکست کھا کر بھاگ اٹھتا ہے اور تمہارے لیے ہلاکت ہے ان باتوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو“)

اس آیت نے مقصد تخلیق کائنات کو واضح کیا ہے کہ مقصد تخلیق کائنات یہ ہے کہ یہاں حق و باطل کا ٹکراؤ اور کشمکش رہے۔ اس آیت کی تشریح میں کیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس آیت نے وضاحت فرمائی کہ اگر ہمیں حق و باطل کی کشمکش منظور نہ ہوتی اور صرف عبادت ہی مطلوب ہوتی تو وہ کام تو فرشتے بخوبی انجام دے رہے ہیں اس کیلئے ہمیں کسی اور مخلوق کی ضرورت نہ تھی (تیسیر

۱۔ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ تمام فرقوں کو چھوڑ کر جنگل میں جا کر زندگی گزاری تو یہ اس وقت اور ان حالات کے لیے ہے جب کوئی جماعت ایسی موجود نہ ہو کہ انہیں شامل رہ کر اپنے دین پر عمل کیا جاسکے اور اپنے ایمان کی حفاظت کی جاسکے اور ان فرقوں کے ساتھ رہنے میں اپنے ایمان جانے کا بھی خطرہ ہو۔ اسلام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کرنا ہوگی۔ مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے اسلامی جماعتیں موجود ہیں جن میں رہ کر دین پر عمل کیا جاسکتا ہے اور اپنے ایمان کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ لہذا اس دور میں جنگوں میں جانا صحیح نہیں بلکہ التزام جماعت کا حکم ہے۔ (حسن زکی)

القرآن صفحہ نمبر 334) اور اسی کشمکش کو ایک با مقصد نظام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ گویا دنیا میں جو کشمکش ہمیشہ سے چلی آرہی ہے یہ نہ کوئی ڈرامہ ہے اور نہ ہی رومی اکھاڑہ بلکہ انتہائی سنجیدہ با مقصد نظام ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش جاری رہتی ہے اور حق ہمیشہ غالب ہی آتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ آدم کے زمانے سے یہ کشمکش چلی آرہی ہے مگر حق اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے باطل نیست و نابود ہوتا ہے پھر نئی شکل میں جنم لیتا ہے۔ (تیسرا القرآن صفحہ نمبر 334) مذکورہ آیت اور اسکی مذکورہ شرح نے مقصد تخلیق کائنات کو واضح کیا ہے۔

حضور ﷺ کی عملی زندگی:

حضور ﷺ کی عملی زندگی اسی مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل کیلئے جدوجہد اور اس میں سرخروئی سے تعبیر ہے سورہ بنی اسرائیل میں مکی زندگی کے آخری ایام اور مدنی زندگی کے آخری ایام کے دو کرداروں کو ایک ساتھ بیان کر کے مقصد تخلیق کائنات کیلئے حضور ﷺ کی جہد و عمل اور پھر ان کی سرخروئی کو بیان کیا گیا ہے کہ ”وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا“ (سراء ۸۰)

ترجمہ: (اور کہئے اے میرے رب جہاں بھی تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے مجھے نکالے تو سچائی کے ساتھ نکال اور اپنے ہاں ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے) ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ مکہ میں تھے پھر آپکو ہجرت کا حکم ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی (ترمذی بحوالہ تیسرا القرآن) اور اگلی آیت ”وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا“ (سراء ۸۱)

ترجمہ: (اور کہئے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا اور باطل تو ہے ہی بھاگ نکلنے والا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مکہ فتح ہوا اور آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس سے ان بتوں کو ضرب لگاتے جاتے اور فرماتے جاتے وقل جاء..... (بخاری)

ان آیتوں نے رسول ﷺ کے جہد و عمل اور پھر مقصد تخلیق کائنات میں آپ کی عظیم سرخروئی کو

بیان کیا ہے کہ نور توحید سے کائنات کو منور کرنے اور شرک و بت پرستی کی سیاہ ظلمتوں کو مٹانے کیلئے آپ ﷺ نے جدوجہد کی تاکہ صرف ایک اللہ کی عبادت ممکن ہو سکے۔ گویا مقصد تخلیق کائنات حق و باطل توحید و شرک کی کشمکش کا نام ہے اور قیامت تک آنے والے مومنوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس عظیم مقصد کو سمجھیں اور اس کو سرانجام دینے اور اس کی تکمیل کیلئے اپنے آپ کو پیش پیش رکھیں کہ وقت فرصت کہاں کام ابھی باقی ہے نور توحید کا اہتمام ابھی باقی ہے یہ ہے مقصد تخلیق کائنات کہ جس کی تکمیل کیلئے آدم علیہ السلام کو خلیفۃ الارض ہونے کا اعزاز دیا گیا تھا تاکہ مقصد تخلیق انسانی کی تعبیر ہو سکے۔

اب اگر اس حدیث سے یہ مفہوم نکالا جائے کہ مومن شرفتنہ کے ایام میں جنگل کا رخ کرے تو یہ مفہوم مقصد تخلیق کائنات کے منافی مفہوم ہے۔ اور اسلام بندہ مومن سے یہ تقاضا نہیں کر سکتا وہ اس قسم کی زندگی گزارے جو مقصد تخلیق کائنات کے منافی ہو اور جب ایسا نہیں ہو سکتا تو لا محالہ حدیث کا مفہوم یہ نکلا کہ ہر حالت میں التزام جماعت اور جماعتی زندگی گزاری جائے۔

لیکن اگر کسی کو اعتزال عن الفرق کے مفہوم میں غیر جماعتی زندگی پر اصرار ہے تو لا محالہ طور پر اسے اعتزال کی اس کیفیت کو ہی اپنانا ہوگا جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کسی مہذب معاشرے کا حصہ نہ رہے۔ معاشرے کی سہولیات سے بہرہ مند نہ ہو، ٹیکنالوجی کے فوائد سے مستفید نہ ہو کھانے پینے کیلئے پسندنا پسند کو دخل نہ دے، سفر کیلئے سواری ترک کر دے اور پھر پہاڑوں کے غاروں اور جنگلوں کی جھاڑیوں کو مسکن بنالے اور درختوں کے جڑوں اور پتوں پر گزارہ کرے اور انتظار موت میں مصروف عبادت ہو جائے۔ اگر ایسا نہیں تو لا محالہ طور پر التزام جماعت اور جماعتی زندگی گزارنی ہوگی اور یہی شرفتنہ سے حفاظت اور حصول خیر کا واحد نسخہ اور مقصود مصطفوی ﷺ ہے یعنی اسلام مومن کے ہاتھوں مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل چاہتا ہے تاکہ مقصد تخلیق انسانی کی تعبیر ہو سکے کہ ”وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ (الذاریات ۵۶)

ترجمہ: (جنوں اور انسانوں کی تخلیق صرف میری عبادت کیلئے ہوئی ہے)

گویا مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل مقصد تخلیق انسانی کا پیش خیمہ ہے کہ اس کے بغیر مقصد



تخلیق انسانی کی تعبیر ممکن نہیں اور مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل جماعتی زندگی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لئے اس حدیث میں التزام جماعت کا حکم دیا گیا ہے التزام جماعت کی اہمیت کو حضور ﷺ نے ان الفاظ میں بھی اُجاگر فرمایا ہے کہ ”انا امرکم بخمس اللہ امرنی بہن بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهاد فی سبیل اللہ (ترمذی عبد اللہ بن عباس) ترجمہ (میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے) (۱) التزام جماعت (۲) سمع (۳) اطاعت (۴) ہجرت (۵) جہاد فی سبیل اللہ

اس حدیث میں بیان شدہ چیزوں میں سے دوسری اور تیسری چیز کا تذکرہ فصل ثالث میں کیا جائیگا اور جہاں تک ہجرت و جہاد کی بات ہے وہ اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

ہجرت:

ہجرت کا لغوی معنی ہے ”کسی چیز کو ترک کر دینا“ جبکہ اصطلاح شرع میں ”اللہ کے دین کیلئے جدوجہد کرتے ہوئے ایسا موقع آجائے کہ گھر بار چھوڑ کر کسی خاص مقام پر جمع ہونا پڑے تاکہ باطل کے خلاف قوت فراہم کی جاسکے اور حق کو غالب کیا جاسکے اس کو عملی جامہ پہنانا ہجرت کہلاتا ہے۔“ رسول اور ان کے ساتھیوں کی ہجرت اسکی دلیل ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ سے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تھی، کہ انہوں نے اپنے گھر بار، اپنا مال و متاع، اپنے آباؤ اجداد کا علاقہ چھوڑا بلکہ انہوں نے دنیا کا سب سے مقدس مقام خانہ کعبہ تک چھوڑا۔ انکی اس ہجرت سے مقصود صرف اور صرف مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل تھی کہ حق غالب اور باطل مغلوب ہو، تاکہ مقصد تخلیق انسانی کی تعبیر ہو سکے۔

جہاد:

جہاد کا لغوی معنی ”کس چیز کے حصول کیلئے کوشش کرنا ہے“ جبکہ شرعی اصطلاح میں اللہ کے دین یعنی مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل کیلئے جدوجہد کے دوران ایسا موقع آجائے کہ کفر و شرک کی طاقتوں کے خلاف لڑنے کیلئے میدان میں اتر آجائے تو اسکو عملی جامہ پہنانا جہاد ہے تاکہ مقصد تخلیق انسانی کی تعبیر ہو سکے۔ رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کا بدر سے لیکر تبوک تک کا جہاد اسکی دلیل ہے۔

التزام جماعت مطلوب ہی اسی لیے ہے:

جہاد و ہجرت کے مذکورہ مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں کہ آیا ان دونوں فرائض پر ایک منظم اور متحد جماعت کے بغیر عمل ممکن ہے؟ کیا انفرادی حیثیت میں ہجرت و جہاد نتیجہ خیز ہو سکتا ہے؟ لازمی طور پر اس کا جواب نفی میں ہوگا، لہذا اگر ہجرت و جہاد کا حق ادا کرنا ہے تو ایک منظم جماعت کا وجود اور اس کا التزام لازمی ہے اس کے بغیر ہجرت و جہاد ممکن ہے اور نہ نتیجہ خیز، انفرادی طور پر یہ عظیم فرائض پورے نہیں کئے جاسکتے یہی وجہ ہے کہ اس حدیث نے سب سے پہلے التزام جماعت کا حکم دیا ہے یعنی مسلمانوں کیلئے یہ چیز لازم کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو انفرادی حیثیت میں رکھنے کے بجائے اجتماعی شکل میں منظم رکھیں تاکہ ہجرت و جہاد نتیجہ خیز ہو سکے۔ یہ جماعت اور اس کا نظم مطلوب ہی اس لئے ہے کہ ہجرت و جہاد کا حق ادا کیا جاسکے گویا ہجرت و جہاد جیسے عظیم فرائض کی ادائیگی کیلئے التزام جماعت اور جماعتی زندگی لازم ہے۔

التزام جماعت اور ارکان اسلام:

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث نے جس صریح اور تاکیدی الفاظ و اسلوب سے ان پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے شاید ہی اسلامی امور میں سے کسی اور چیز کا اس انداز تاکید سے حکم آیا ہو، حدیث کے الفاظ پر دوبارہ غور کریں۔

”أنا امرکم بخمس اللہ امرنی بہن“ ترجمہ: (میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے)

ان پانچ چیزوں کا اس قدر تاکیدی حکم اس حدیث میں دیا گیا ہے لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ یا تو ہم اس فرمان سے لاعلم ہیں یا روگرداں۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جس قدر ارکان اسلام کی تعمیل ضروری ہے اس قدر بلکہ اس بھی بڑھ کر ان پانچ چیزوں کی تعمیل ضروری ہے اگر الفاظ حدیث پر غور کیا جائے تو جس حدیث سے ارکان اسلام کا ثبوت ملتا ہے وہ ان الفاظ میں ہے کہ ”بنی الاسلام علی خمس شهادة لا اله الا الله وأن محمد عبده ورسوله و اقام الصلوة و ايتاء الزكاة والحج و صوم رمضان الخ“ (صحیحین) ترجمہ: (اسلام کی بنیاد

پانچ چیزوں پر ہے (۱) شہادتیں کی گواہی (۲) نماز کا قیام (۳) زکوٰۃ کی ادائیگی (۴) بیت اللہ کا حج (۵) رمضان کے روزے

یہ وہ حدیث ہے کہ جس سے ارکان اسلام کا تصور ملتا ہے لیکن الفاظ حدیث پر غور کیا جائے تو مذکورہ حدیث میں ایک حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے جس سے انکار ممکن نہیں لیکن جس شد و مد اور تاکید حکم کا اسلوب پہلی حدیث میں اپنایا گیا ہے ایسا انداز تکلم اس حدیث میں نہیں اپنایا گیا ہے۔

ارکان اسلام کی اہمیت:

اس کا یہ مطلب ہر گز ہر گز نہیں کہ ان ارکان کی اہمیت نہیں ہے بلکہ ان کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ارکان اسلام عمارت کی بنیادیں ہیں ان کی تعمیل ایک انسان کے مسلمان ہونے کیلئے شرط ہے ان کی تعمیل کے بغیر کوئی انسان اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ارکان کے ذریعہ ایک انسان کو مسلمان بنانے کیساتھ ساتھ ایک مقصد، تشکیل جماعت کا نظریہ، وجود جماعت کی ضرورت، التزام جماعت کی تربیت اور ظہور جماعت کے عملی مظاہرے کا اظہار بھی ہے کہ ارکان اسلام ایک انسان کو صرف مسلمان ہی بناتے بلکہ اس مسلم کو ایک نظریہ و فکر عطا کرتے ہیں کہ جس کی بنیاد پر ایک جماعت کی تشکیل ہو۔

شہادۃ انا لا الہ الا اللہ یہ شہادت محض ایک رسم نہیں، بلکہ ایک عقیدہ، ایک نظریہ، اور ایک فکر ہے اور ہر عقیدہ، نظریہ، و فکر معاشرے میں اپنی تشکیل چاہتا ہے اور کوئی عقیدہ، نظریہ، تشکیل نہیں پاسکتا جب تک اس کی بنیاد پر جماعت کا وجود اور التزام نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ارکان، وجود جماعت کی اہمیت، التزام جماعت کی تربیت اور ظہور جماعت کا عملی مظاہرہ پیش کرنا ہے یعنی اقامت صلوٰۃ، ایٹاء زکوٰۃ، حج، صوم رمضان،

گویا ارکان اسلام سے مقصد ایک انسان کو مسلمان بنانے کے ساتھ ساتھ اس مسلمان کو عقیدہ و فکر فراہم کرنا ہے کہ جس کی بنیاد پر جماعت وجود پذیر ہو اور مسلمان التزام جماعت کی زندگی گزارے تاکہ افتراق سے گریز، اتحاد کا حصول، انتشار سے بچاؤ، انضمام کا وقوع اور اختلاف کا سدود ہو اور یہی اسلام کا مطلوب اور اس کی روح ہے کہ

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سبب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
 حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
 اسی مطلوب اور روح کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“ (آل عمران ۱۰۳) ترجمہ: (سب مل کر اللہ کی
 رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو)

اس طرح اس عقیدہ نظریہ کی تشکیل ممکن ہوگی۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ یہ ارکان افراد امت
 کو ایک بنانے اور جماعتی زندگی میں پروانے کیلئے تھے تاکہ عظیم مقصد کا حصول ممکن ہو سکے لیکن
 افسوس ہم عابد تو بن گئے لیکن مقصود عبادت اور اس کی روح سے محروم رہ گئے افسوس کہ غور نہ کیا
 حضور ﷺ نے چودہ سو سال پہلے جھوڑا تھا کہ ”فانه من خرج من الجماعة قید شبر فقد
 خلع ربقة الاسلام عن عنقه الا ان یراجع ومن دعا بدعوى الجاهلية فهو من
 جثنى جهنم قالوا یا رسول اللہ ان صلی و صام قال وان صلی و صام وزعم انه
 مسلم (مسند احمد، حاکم علی شرط الشیخین) ترجمہ: (جو شخص جماعت سے بالشت بھر علیحدہ ہوا اس نے
 اسلام کا پڑا اپنے گلے سے اتار پھینکا مگر یہ کہ وہ رجوع کرے اور جس نے جاہلیت کی دعوت دی تو
 اس کا ٹھکانہ جہنم ہے پوچھا گیا اگر وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے فرمایا اگر چہ نماز پڑھتا ہو روزہ
 رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ

☆ جماعتی زندگی سے بالشت بھر علیحدگی غیر اسلامی زندگی ہے ☆ دوبارہ اسلامی زندگی
 حاصل کرنا رجوع الی الجماعة سے مشروط ہے ☆ غیر جماعتی زندگی دور جاہلیت کی طرف دعوت
 دینے کے مترادف ہے ☆ غیر جماعتی زندگی ارکان اسلام کے بے نتیجہ کرنے کا باعث ہے ☆ نتیجہ
 اس کا جہنم ٹھکانہ بنتا ہے۔

فرد کی کامیابی کا انحصار:

آئیے اس حدیث پر غور کریں گویا یہ حدیث فرد سے تقاضہ کرتی ہے کہ اس کی عبادت، اس

کی سیاست، اس کی معاشرت، اس کی معیشت، اس کا سماج، الغرض اس کی زندگی کا ہر پہلو جماعت کے ماتحت گزرے کہ ”انہ من خرج من الجماعة قید شبر“ حدیث کے لفظ قید شبر کا تقاضہ ہے کہ فرد کی زندگی کا ہر گوشہ، ہر پہلو جماعت کی ماتحتی میں گزرے۔ اگر فرد نے اپنی زندگی کے کسی ایک گوشے کسی ایک پہلو میں التزام جماعت کے دامن کو چھوڑ دیا ہے تو وہ مجرم ہے کہ ”خلع ربقة الاسلام من عنقه“ حدیث کے اس جملے کا تقاضہ ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی گوشہ، کوئی پہلو جماعتی زندگی سے الگ نہ ہو۔ لیکن اگر فرد نے اپنی زندگی کے کسی لمحے، کسی گھڑی اور کسی موڑ پر اس جرم کا ارتکاب کر لیا تو رحمان و غفار ذات اس ڈمگاتے مجرم پر اپنی رحمت و مغفرت کے فیض کا دروازہ بند نہیں فرماتا کہ الا ان یراجع وہ حصول رحمت و مغفرت کیلئے جماعت کی طرف رجوع کر کے اپنے آپ کو پھر سے جماعت کے ماتحت کر لے۔ حدیث کے یہاں تک کے الفاظ کا تقاضہ فرد سے یہ ہے کہ وہ نگاہوں کا مرکز اور جہد و عمل کا محور صرف اور صرف جماعت کو بنائے رکھے اس کا ہر کام جماعت کیلئے ہو اور زندگ کا کوئی پہلو کوئی گوشہ جماعت سے علیحدہ نہ گزرے ورنہ دامن دین اس کے ہاتھ سے نکل جائیگا اور اگر دامن دین ہاتھ سے نکل گیا تو پھر کیا ہوگا بزبان اقبال۔

دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی اگر فرد نے اپنی زندگی کے ہر لمحے اور ہر گوشہ پہلو میں جماعت کا التزام نہ کیا یا زندگی کے کسی لمحے، گوشے اور پہلو میں دامن التزام جماعت کو چھوڑنے کے بعد رجوع الی الجماعۃ نہ کیا تو اس نے جاہلیت کی روش اختیار کی اور اپنی غیر جماعتی زندگی سے عملی طور پر وہ جاہلیت کا داعی بن گیا۔ ایسے آدمی کا ارکان اسلام کی تعمیل ثمر بار نہیں ہو سکتیں اور نتیجہ بالکل واضح ہے یہ ہے مفہوم حدیث کے اس جملے کا کہ ومن دعوی الجاہلیۃ فہو من جثنی جہنم قالو یا رسول اللہ ﷺ وان صلی وصام قال وان صلی وصام وزعم انہ مسلم۔

اسلام کی انفرادیت:

کیونکہ دور جاہلیت کی بڑی بڑی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ تھی کہ وہ غیر جماعتی زندگی

گزارتے تھے اگرچہ دعویٰ انکاملت ابراہیم کے پیروکار ہونے کا تھا حضور ﷺ نے افراد کو اجتماعیت کی لڑی میں پرویا اور ملت ابراہیمی کی بنیاد پر ایک جماعت تشکیل فرمائی لوگوں کے دلوں کو جوڑا اور اسلامی اجتماعیت کی ماتحتی میں لا کر علاقوں، برادریوں اور رنگ و نسل کے لوگوں کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا کہ ”واذکرو انعمۃ اللہ علیکم از کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا“ (آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: (اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑا اور تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے)

اس طرح جاہلیت کے دور کا خاتمہ کیا گیا کہ وہ قصہ پارینہ بن گیا اور ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے اور سکھ چلنے لگا۔ آج بھی اگر مسلمان پھر سے اپنی نشاط ثانیہ چاہتا ہے عروج کا حصول اور زوال کا خاتمہ چاہتا ہے تو التزام جماعت لازم ہے۔ مسلمان مشرق کے نام اقبال کا یہی پیغام ہے۔

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر یہی سیرت و کردار مصطفوی ہے کہ جسے قرآن بہترین نمونہ گردانتا ہے اور جس سے روگردانی

کا نتیجہ بتاتا ہے ”ذالک بانہم اتبعوا ما اسخط اللہ و کړ ہوا رضوانہ فاحبط اعمالہم (محمد ۲۸) یہ ناکامی و نامرادی اس لیے کہ انہوں نے ایسی چیز کو اپنالیا جو اللہ کی ناراضگی کا باعث تھی اور اللہ کی رضا کو کر یہہ جانا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔ کہ وان صام و صلی و زعم انہ مسلم لیکن اگر کوئی ارکان اسلام کو نتیجہ خیز بنانا چاہتا ہے اور اخروی نجات چاہتا ہے تو فرمایا ”فمن اراد منکم بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ فان الشیطان مع الواحد و هو من الاثنین ابعد (احمد ترمذی العشرۃ المبشرین بالجنۃ) ترجمہ (کہ اگر کوئی جنت کی عیش ٹھاٹھ چاہتا ہے تو اسے جماعت کو لازم پکڑنا ہوگا کیونکہ شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو ہوں تو شیطان ان سے دور ہوتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ☆ جنت کے عیش کا حصول التزام جماعت میں ہے ☆ اعترال عن الجماعۃ شیطان کی ہمنوائی کا باعث ہے ☆ التزام جماعت شیطان سے محفوظ رہنے کا نسخہ ہے۔

مومن زندگی کا مطلوب یا سکتا ہے:

ایک مومن کی زندگی کا مقصود، جہد و عمل کا مطلوب، صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ جہنم سے محفوظ ہو جائے اور جنت اس کا مقدر بن جائے کیونکہ اس کے نزدیک کامیابی و ناکامی کا معیار صرف یہی ہے کہ فمّن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز (جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا) لیکن اس کامیابی کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس دشمن سے محفوظ رہے کہ جس نے آدم کو جنت سے نکالنے کیلئے کردار ادا کیا تھا کہ فاز لهما الشیطان عنها فاخر جهما مما كانا فيه (بقرہ ۳۶) پس ان دونوں کو شیطان نے درغلا یا اور جس میں وہ دونوں تھے انہیں وہاں سے نکلوا دیا اس حدیث نے اس دشمن سے محفوظ رہنے کا نسخہ بتایا ہے کہ ایک مومن التزام جماعت کی زندگی گزار کر شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکتا ہے اور شیطان سے محفوظ رہنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ جنت کے عیش کا مالک بن جائے گا۔ لیکن اگر اعتزال عن الجماعۃ کی روش اپنائے گا تو لامحالہ وہ شیطان کیلئے تر نوالہ ثابت ہوگا۔ اس طرح ایک مومن اپنی زندگی کے مقصود اور جہد و عمل کے مطلوب سے محروم رہ جائیگا کیونکہ شیطان جو انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے اور جنت میں جاتا نہیں دیکھ سکتا۔ اس دشمن کی ہموائی سے محفوظ رہنے کا ایک ہی نسخہ ہے وہ ہے التزام جماعت۔

حقیقی اسلامی زندگی:

التزام جماعت کی اسی اہمیت کے پیش عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا تھا ”انہ لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا اماراة الا بطاعة“ (دارمی المقدّم فی ذہاب العلم) کہ بغیر جماعت کے اسلام نہیں اور بغیر امارت کے جماعت نہیں اور بغیر اطاعت کے امارت نہیں۔ (جہاں تک امارت و اطاعت کا تعلق ہے اس کیلئے فصل دوم و چہارم میں دیکھا جائے۔) لیکن جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ بغیر جماعت کے اسلام نہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت اسلام کا ہی دوسرا نام ہے گویا جماعتی زندگی ہی اسلامی زندگی ہے اور جماعتی زندگی کے بغیر اسلامی زندگی کا تصور ناممکن ہے۔ اس حدیث کے ساتھ سابقہ حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن

مجید کی دو آیتوں پر غور کر لیں تو اس مسئلے کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے قرآن مجید کی آیتیں یہ ہیں۔

(۱) یا ایہا الذین آمنوا دخلوا فی السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین O فان زلتم من بعد ماجاء تکم البینات فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم (بقرہ ۲۰۸-۲۰۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پہ مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پس اگر تم پھسل جاؤ واضح دلائل آنے کے بعد تو جان لو اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں سب سے پہلے اہل ایمان کو اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث نے لا اسلام الا بجماعة کہہ کر اس مفہوم کو واضح کر دیا کہ جماعتی زندگی ہی عین اسلامی زندگی ہے اور پھر شیطان کی اتباع سے منع کیا گیا ہے اور حدیث نے فان الشیطان مع الواحد کہہ کر شیطانی مکر و فریب میں پھنسنے سے بچانے کیلئے پہلے بندہ مومن کو متنبہ کیا پھر وهو من الاثنين بعد کہہ کر التزام جماعت کو شیطانی مکر و فریب میں پھنسنے سے بچانے کیلئے پہلے بندہ مومن کو متنبہ کیا پھر وهو من الاثنين ابعد کہہ کر التزام جماعت کو شیطانی مکر و فریب سے بچنے کیلئے نسخہ کی میاں قرار دیا اور پھر اگلی آیت میں اگر دلیل آنے کے بعد پھسل جاؤ تو جان لو اللہ غالب حکمت والا ہے۔

کہہ کر ایک مومن کو متنبہ کیا گیا ہے اعتراف عن الجماعة کی صورت میں ناکامی مقدر بن سکتی ہے کیونکہ حدیث کہتی ہے ”من اراد منکم بحبوحۃ الجنة فلیلزم الجماعة کہ کامیاب جنتی زندگی کے حصول کیلئے التزام جماعت لازم ہے۔ یہی چیز اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے کہ علیکم بالجماعة وایاکم و الفرقۃ فان الشیطان مع الواحد وهو من الاثنين ابعد (تم جماعت کو لازم پکڑو اور افتراق سے بچو یقیناً شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب دو ہوں تو شیطان دور ہو جاتا ہے) یہ ہے التزام جماعت کی اہمیت کہ جس کے بغیر نہ اسلام کا وجود ہے اور نہ اسلام میں داخل ہونا ممکن ہے اور چونکہ اس کے بغیر اسلام کا وجود ہی باقی نہیں رہتا تو لازمی طور پر ایسی زندگی جاہلیت کی زندگی اور اس حالت کی موت جاہلیت کی موت شمار ہوگی۔ یہی

وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”من خرج من الطاعة و فارق الجماعة فمات ميتته جاهلية“ (مسلم)

(جو شخص اطاعت سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا) اور دوسری حدیث میں آیا ہے لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الامات ميتته جاهلية (بخاری) ”کوئی بھی شخص جماعت سے بالشت بھر علیحدہ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا“ ان دونوں احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت سے علیحدگی کی زندگی جاہلیت کی زندگی اور اس حالت کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ گویا بندہ مومن کو اپنی زندگی اسلامی زندگی بنانے اور موت کو اسلامی موت بنانے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر حالت میں جماعتی زندگی گزارے۔

التزام جماعت کی اہمیت ایک اور زاویے سے

مسلم ملکیتیں:

اگر ہم التزام جماعت کی اہمیت کو ایک اور زاویے سے دیکھیں تو اسکی ضرورت مزید نکھر کر سامنے آئے گی کہ آج دنیا کے نقشہ پر مسلمانوں کی تعداد ایک ارب پچاس کروڑ سے متجاوز ہے اور متعدد مسلم ملکیتیں ہیں اور دنیا کے تمام ممالک میں مسلمان آباد ہیں لیکن مسلمانوں کی حیثیت نقش بر آب بن چکی ہے کہ مسلم ملکیتیں غیر مسلم ملکوں کے مقابلے میں کمزور ہیں بلکہ ان کے رحم و کرم پر ہیں کہ تقریباً تمام مسلم ملکیتیں کسی نہ کسی غیر مسلم ملک سے امداد لیتی ہیں ضروریات زندگی کی چیزیں ان کی ہوتی ہیں حتیٰ کہ نقد رقوم تک ان سے لے کر مسلم حکومتوں کا گزارہ ہوتا ہے۔

انتہا بھی اسکی ہے آخر خریدیں کب تک چھتیاں، رومال، مفلر، پیرہن جاپان سے اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی آئیں گے غسال کابل سے کفن جاپان سے یہ حالت زار اس قوم کے حکام کی بن چکی ہے کہ جن کے فقراء و غرباء سے بیعت ان الفاظ میں لی جاتی تھی۔ ”انہ بايع الناس من الفقراء والمهاجرين على ان لا تسئلوا الناس شيئا (ابن ماجہ) (کہ رسول ﷺ نے غریب مسلمانوں اور مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے)

باسیان ممالک اسلامیہ:

باسیان ممالک اسلامیہ کی حالت زار کا اندازہ لگانے کیلئے مملکت خداداد کا مشاہدہ کریں

آدھی سے زیادہ آبادی جھونپڑیوں میں رہتی ہے۔

کتنے لوگ خالی پیٹ رات بسر کرتے ہیں کتنوں کے پاس تن ڈھانپنے کو لباس نہیں کتنے لوگ لاعلاج داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں ایک اندازے کے مطابق انتہائی غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد سات کروڑ پچاس لاکھ جبکہ گیارہ کروڑ افراد کو اس ملک میں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں جہاں تک نوہالان قوم کی بات ہے کتنے نوہالان قوم ہیں جو زیور تعلیم سے محروم رہتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ۱۲ لاکھ سے زائد بچے سڑکوں پر رہتے ہیں ان میں 54 فیصد دس تا بارہ سال کی عمر میں گھر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہی منظر نامہ تقریباً دیگر ممالک اسلامیہ کے باسیان کا بھی ہے۔

آفت کہیں ایسی آئی نہ ہوگی کہ گھر گھر پہ یاں چھا گئی آ کے پستی چکور و شہباز سب اوج پر ہیں مگر ایک ہم بے بال و پر ہیں یہ حالت زار اس قوم کے افراد کی ہے جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا ”لترین الرجل یخرج ملاً کفه من ذهب او فضة لیطلب من یقبله فلا یجد احدا یقبله منه“ (بخاری) (یقیناً تو دیکھے گا کہ آدمی چلو بھر کے سونا، چاندی کسی کو دینے کے لیے نکلے گا لیکن کوئی لینے والا نہ ملے گا)

غیر مسلم ممالک کے مسلمان باشندے:

اور جو غیر مسلم ممالک کے مسلمان باشندے ہیں وہاں بھی مسلم نادار غیر مسلم مالدار، مسلمان بے روزگار غیر مسلم برسر روزگار، مسلم ان پڑھ غیر مسلم اعلیٰ تعلیم یافتہ، مسلم محکوم غیر مسلم حاکم، مسلم نوکر غیر مسلم افسر کہ

نہ اہل حکومت کے ہم راز ہیں ہم نہ درباریوں میں سرفراز ہیں
نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں
یہ اس قوم کے افراد ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا ”لنفحن کنوز

کسری“ (بخاری) (تم کسری کے خزانے فتح کرو گے)

آدھی سے زیادہ آبادی جھوٹے لوگوں میں رہتی ہے۔

کتنے لوگ خالی پیٹ رات بسر کرتے ہیں کتنوں کے پاس تن ڈھانپنے کو لباس نہیں کتنے لوگ لاعلاج داعی اہل کولیک کہہ جاتے ہیں ایک اندازے کے مطابق انتہائی غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد سات کروڑ پچاس لاکھ جبکہ گیارہ کروڑ افراد کو اس ملک میں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں جہاں تک نوہالان قوم کی بات ہے کتنے نوہالان قوم ہیں جو زیور تعلیم سے محروم رہتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ۱۲ لاکھ سے زائد بچے سڑکوں پر رہتے ہیں ان میں ۵۴ فیصد دس تا بارہ سال کی عمر میں گھر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہی منظر نامہ تقریباً دیگر ممالک اسلامیہ کے باسیان کا بھی ہے۔

آفت کہیں ایسی آئی نہ ہوگی کہ گھر گھر پہ یاں چھا گئی آ کے پستی چکرو و شہباز سب اوج پر ہیں مگر ایک ہم بے بال و پر ہیں یہ حالت زار اس قوم کے افراد کی ہے جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا ”لترین الرجل یخرج ملاً کفہ من ذہب او فضة لیطلب من یقبلہ فلا یجد احدا یقبلہ منہ“ (بخاری) (یقیناً تو دیکھے گا کہ آدمی چلو بھر کے سونا، چاندی کسی کو دینے کے لیے نکلے گا لیکن کوئی لینے والا نہ ملے گا)

غیر مسلم ممالک کے مسلمان باشندے:

اور جو غیر مسلم ممالک کے مسلمان باشندے ہیں وہاں بھی مسلم نادار غیر مسلم مالدار، مسلمان بے روزگار غیر مسلم برسر روزگار، مسلم ان پڑھ غیر مسلم اعلیٰ تعلیم یافتہ، مسلم محکوم غیر مسلم حاکم، مسلم نوکر غیر مسلم افسر کہ

نہ اہل حکومت کے ہم راز ہیں ہم نہ درباریوں میں سرفراز ہیں نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں یہ اس قوم کے افراد ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا ”لنفتن کمنوز

کسری“ (بخاری) (تم کسری کے خزانے فتح کرو گے)

یہ مسلمان کی مجموعی حالت زار ہے کہ باوجود کثرت کے مقہور، مظلوم، مغلوب، محکوم، آج امت کی جو درگوں حالت ہے اور جتنی اس سے نکلنے کی کوشش ہوتی ہے اتنا ہی دھنستی جاتی ہے ہماری محکومیت و مغلوبیت کی انتہا یہ ہے کہ غیر مسلم ملکیتیں جب چاہتی ہیں مسلم ملکیتوں کو مغلوب کر کے اپنی مرضی کے حکمرانی کا نفاذ کر لیتی ہیں باسیان ممالک اسلامیہ کی حیثیت کو وہ ڈربے میں بند مرغیوں سے زیادہ نہیں سمجھتیں کہ جب چاہتی ہیں شکار کر لیتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ نصرت و حمایت الہی کی تائید نے ہم سے ناطہ توڑ لیا ہے، ہماری کوششیں غیر موثر، ہمارا قتال بے اثر، ہماری جہد و عمل رائیگاں اور ہماری دعائیں بے ثمر آخر کیوں؟ کہ

نوائے صبح گا ہی نے خون جگر کر دیا میرا خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے

حصول نصرت و حمایت الہی کا اصول:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی حمایت حاصل ہو سکتی ہے ان اصولوں پر جو اس نے اپنے آخری پیغمبر کے ذریعے بیان فرمائے ہیں۔ آج ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے ان اصولوں کو پس پشت ڈال دیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پھر سے ان اصولوں کی طرف پلٹ آئیں جو باعث حصول حمایت و نصرت الہی ہیں۔ حصول حمایت و نصرت الہی کا سب سے اہم اور بنیادی اصول التزام جماعت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”ید اللہ علی الجماعۃ من شد شد فی النار“ (ترمذی ابواب الفتن) ترجمہ (اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ رہا اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ

☆ حصول حمایت و نصرت الہی کا باعث التزام جماعت ہے ☆ اعتزال عن الجماعۃ دخول جہنم کا باعث ہے۔ حدیث کے الفاظ ”ید اللہ علی الجماعۃ“ غور طلب لفظ ہیں اس سے مراد نصرت و حمایت الہی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اس مقام پر آیا ہے۔ جب حضور ﷺ نے خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کیلئے حدیبیہ کے مقام پر اپنے اصحاب سے حمایت و نصرت کی بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ید اللہ فوق ایدیہم“ (کہ اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھ پر ہے) یعنی رسول اللہ نے خون عثمانؓ

کا بدلہ لینے کیلئے بذریعہ بیعت اپنے اصحاب سے نصرت و حمایت کا وعدہ لیا تو اللہ نے بھی اس موقع پر رسول ﷺ اور اس کے اصحاب پر اپنی نصرت و حمایت کا فرمان اتارا کہ ”یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْہِم“ اس سے معلوم ہوا کہ اب تا قیام قیامت حصول نصرت و حمایت الہی کا اہم ترین اصول بذریعہ بیعت (تفصیل فصل سوم میں) التزام جماعت ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ید اللہ علی الجماعۃ ہے اور حدیث کا دوسرا جملہ ”مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ“ سے واضح ہوتا ہے کہ اعتزال عن الجماعت کا نتیجہ جہنم مقدّر ٹھہرتا ہے اور یہ بھی عین حقیقت ہے کہ اعتزال عن الجماعۃ کی وجہ سے انسان شیطان کی مرغوب غذا بن جاتا ہے۔ اس طرح دنیا میں نصرت و حمایت الہی سے معزول رہ کر آخرت میں رحمت و مغفرت سے محروم ہو جاتا ہے کہ

ڈالی گئی فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
روش اپنا کیں کہ

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ
یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے اس کے دونوں جہاں شاد ماں فرحان ہو سکیں۔ و ما
توفیق الا باللہ۔

فصل دوم

التزام جماعت کیلئے امارت شرط ہے

فصل اول میں التزام جماعت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اس فصل میں التزام جماعت کی شرط کا بیان کیا جائیگا۔

التزام جماعت کیلئے امارت شرط ہے کیونکہ شرط کی تعریف کی گئی ہے کہ ”مـالا یتـم الواجب الا بہ فہو واجب“ (کہ جس کے بغیر واجب پر عمل ممکن نہ ہو وہ بھی واجب ہے) سیدھی سی بات ہے کہ امارت کے بغیر التزام جماعت ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے قیام امارت التزام جماعت کیلئے شرط ہے لیکن یہاں پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ قیام امارت کیلئے جو قیادت منتخب کی جاتی ہے اسے اسلامی اصطلاح میں امیر، امام یا خلیفہ کہا جاتا ہے اس لیے آگے بڑھنے سے قبل ان تینوں اصطلاحات پر مختصر گفتگو کی جائیگی تاکہ قیام امارت کیلئے قیادت کو سمجھا جاسکے۔

(۱) خلیفہ:

خلیفہ کے بارے میں ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اسلامی مملکت کے حاکم کو خلیفہ کہا جاتا ہے اس میں اختلاف کی کوئی بات نہیں ہے کہ اسلامی مملکت کے حاکم کو خلیفہ کہا جاتا ہے لیکن اس سے یہ مفہوم نکالنا صریح غلطی ہے کہ خلیفہ کیلئے مملکت شرط ہے کتاب و سنت کے بے شمار دلائل ہیں کہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ خلیفہ کیلئے حصول مملکت شرط نہیں ہے اس مفہوم کو واضح کرنے کیلئے چند ایک دلائل یہ ہیں۔

(۱) وهو الذی جعلکم خلائف فی الارض (فاطر ۳۹ الانعام ۱۶۵) وہی تو ہے کہ جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا) ”ثم جعلنکم خلائف فی الارض“ (پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد خلیفہ ارض بنایا)

ان آیتوں میں لفظ خلافت آیا ہے جسکے بارے میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں ”الخلافت جمع خلیفہ“ (مفردات ۱۶۲) (کہ خلافت خلیفہ کی جمع ہے) گویا خلیفہ کو کہا جاتا ہے اور آیتوں کا مطلب ہے انسان جو ایک کے بعد دوسرا یا ایک قوم کے بعد دوسری قوم آرہی ہے مراد ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کو یہ اصرار ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے داؤد کو خلیفہ کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض (ص ۲۶) (اے داؤد ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے) اور قرآن سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ داؤد وقت کا حاکم تھا کہ ”وقتل داؤد جالوت واتاہ الله الملك والحكمة (بقرہ ۲۵) (داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اسے مملکت اور حکمت عطا فرمائی) چونکہ داؤد حاکم وقت تھا اسلئے خلیفہ وہ ہوتا ہے جو حاکم ہو۔ اس طرح ان لوگوں کے پاس دوسری دلیل یہ ہے کہ اس امت میں بھی اسلامی حاکم کو خلیفہ کہا جاتا ہے جیسے ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی وغیرہ۔ اس لئے بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ اسلامی ممالک کے حاکم کو کہا جاتا ہے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں لیکن خلیفہ کیلئے مملکت اور حکومت کو شرط قرار دینا صریح غلطی ہے حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ کیلئے مملکت شرط نہیں ہے اس کی مزید چند ایک مثالیں یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے ضمن میں فرمایا ”انسی جاعل فی الارض خلیفۃ“ (بقرہ ۳۰) (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) اس آیت میں صرف آدم علیہ السلام کو زمین کی مملکت دے کر خلیفہ قرار دینا نہیں ہے ورنہ آدم کو مفسد فی الارض اور سفاک ماننا پڑے گا کیونکہ فرشتوں نے اسی ابہام کا اظہار کیا تھا کہ ”اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء“ (بقرہ ۳۰) (کیا تو بنائے گا اس میں جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے) بلکہ اس آیت میں آدم کی نیابت فی الارض مراد ہے۔

(۲) اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ”سیکون خلفاء فیکثرون قالو فما تأمرنا قال بیعة الاول“ (عنقریب بہت سارے خلفاء ہونگے انہوں نے پوچھا ہمیں کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی وفاداری کرو) اس حدیث سے بھی خلفاء کی کثرت سے مملکت کے حکم کی کثرت مراد نہیں ہے کیونکہ حاکم مملکت تو وہ ہوتا ہے کہ جس کی رٹ اس ملک کی حدود میں قائم ہو ایسا حاکم تو

ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ گویا اس حدیث میں بھی مملکت و حکومت کی شرط نہیں نکلتی، اس حدیث سے یہ تاکید ملتی ہے کہ ایک سے زائد خلفاء ہوں تو پہلے سے منتخب خلیفہ کی وفاداری کرو۔ ان دلائل سے واضح ہوا کہ خلیفہ کیلئے مملکت و حکومت کی شرط لگانا صریح غلطی ہے اور یہ ثابت ہوا کہ خلیفہ صرف نیابت کا نام ہے کہ حاکم کی نیابت ہو تو خلیفۃ الملک، قیادت کی نیابت ہو تو خلیفۃ الجماعۃ اور بحیثیت انسان خلیفۃ الارض۔ یہی بات امام راغب اصفہانی نے لکھی ہے کہ ”الخلفاء النيابة عن الغير اما الغيبة المنوب عنه واما لموته واما لعجزه واما تشريف المستخلف“ (مفردات ۱۶۲) (خلفاء سے مراد نیابت عن الغير ہے اور اسکی صورتیں یہ ہیں قائد کی عارضی عدم موجودگی، موت، عجز یا نائب کی عزت) اور اس حدیث سے بھی یہی مفہوم نکلتا ہے کہ

استخلف مروان ابا هريرة على المدينة و خرج الى مكة فصلى لنا ابو هريرة الجمعة فقراء سورة الجمعة في السجدة الاولى وفي الآخرة اذا جاءك المنافقون فقال سمعت رسول الله ﷺ يقرأ بهما يوم الجمعة (مسلم) ترجمہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو مدینہ کا خلیفہ بنایا اور خود مکہ چلے گئے ابو ہریرہ نے جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ رسول ﷺ سے جمعہ کی نماز میں میں نے یہی پڑھتے سنا ہے) اس حدیث نے خلافت کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے کیونکہ نہ مروان بحیثیت حاکم وقت کا خلیفہ تھا اور نہ ہی ابو ہریرہ لیکن انہیں خلیفہ کہا گیا۔

(۲) امام:

امام کا لفظ کتاب و سنت میں قائد اور رہنما کے معنی میں آیا ہے مثلاً ومن قبله كتب موسى اماما ورحمة (ہود ۷۱ احقاف ۱۲) ترجمہ (اس سے قبل موسیٰ کی کتاب قابل اقتداء اور رحمت تھی) اس آیت میں کتاب تو رات کو امام کہا گیا ہے اسی طرح فرمایا ”واجعلنا للمتقين اماما“ (الفرقان ۷۴) (ہمیں متقین کا امام بنادے) کیلانی صاحب لکھتے ہیں یعنی نیکی اور تقویٰ میں ہمیں اتنا پختہ بنادے کہ ہم ان کیلئے رہنما اور نمونہ بن جائیں (تیسیر القرآن ص ۳۷۷) اسی طرح

فرمایا ”یوم ندعو کل اناس با ما مهم (اسراء ۷۱) ترجمہ (جس دن ہم سب لوگوں کو ان کی قیادت کے ساتھ بلائیں گے) اس آیت میں بھی لفظ ”انام“ قیادت و رہنما کے معنی میں آیا ہے اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ”تلزم جماعة المسلمين و امامهم“ (کہ مسلمانوں کی جماعت اور امام کو لازم پکڑو) ان تمام دلائل میں امام کا لفظ، قیادت، راہنما کیلئے استعمال ہوا ہے نہ کہ حاکم کیلئے ان دلائل سے واضح ہوا کہ امام کیلئے مملکت حکومت کوئی شرط نہیں ہے۔

(۳) امیر:

امیر کا لفظ تقاضا کرتا ہے ایسی قیادت کا کہ جس میں حکم دیئے اور چلانے کی صلاحیت مستقل طور پر پائی جاتی ہو۔ کیونکہ یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور صفت مشبہ کا تقاضا ہے کہ معنی مصدری کا دوام و ثبوت، اگر اس اصطلاح کو مملکت و حکومت کے ساتھ خاص کر دیا جاتا تو مناسب ہوتا، لیکن کتاب و سنت سے واضح ہوتا ہے کہ امیر کیلئے بھی حکومت و مملکت کوئی شرط نہیں ہے اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے مقرر کردہ امراء کا ایک سلسلہ موجود تھا جو مختلف سطحوں پر نگران و قائد کی حیثیت رکھتے تھے۔ (تفصیل فصل رابع میں) لیکن ان میں سے کوئی بھی حاکم وقت نہیں تھا اس سے واضح ہوا کہ امیر کیلئے بھی مملکت و حکومت شرط نہیں ہے۔

قیادت کا نام:

مذکورہ بحث سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ خلیفہ، امام، امیر مترادفات ہیں اور ان میں سے کسی کیلئے بھی مملکت و حکومت شرط نہیں ہے اب یہ ذہن نشین رہے کہ جماعت کی قیادت کیلئے ان میں سے کسی نام کا انتخاب ضروری ہے نہ کہ کوئی اور نام کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ”لیس منا من عمل بسنة غیرنا“ (کہ جو غیروں کا طریقہ اپنائے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے)

وضاحت:

لیکن اصل مسئلہ کی طرف آنے سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس فصل میں احادیث میں ان تینوں میں سے کوئی بھی لفظ آئے لیکن معنی امام کا کیا جائیگا کیونکہ امام امیر اور خلیفہ مترادفات ہیں۔

اب آئیے اصل مسئلہ کی طرف کہ قیام امارت التزام جماعت کیلئے شرط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے فرمایا: لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا امارة الا بطاعة (داری) (جماعت کے بغیر اسلام نہیں امارت کے بغیر جماعت نہیں اطاعت کے بغیر امارت نہیں)

اس حدیث کے جملہ ”لا جماعة الا بامارة“ سے واضح ہوتا ہے کہ التزام جماعت کیلئے قیام امارت شرط ہے کیونکہ شرط کی تعریف ہے ”مالاتم الواجب الا به فہو واجب“ (کہ جسکے بغیر واجب پر عمل ممکن نہ ہو تو وہ بھی واجب ہوتا ہے) یعنی التزام جماعت جو کہ واجب ہے لیکن قیام امارت کے بغیر التزام جماعت ممکن نہیں ہو سکتا، اس لیے امارت التزام جماعت کیلئے شرط ہے۔

تاکیدی احکامات:

قیام امارت کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضور ﷺ نے اس سلسلے میں تاکیدی احکامات جاری فرمائے ”لا یحل لثلاثة یكونون بفلاة من الارض الا امر و علیہم احدهم“ (مسند احمد عن عبد اللہ) (اگر کسی جنگل میں تین شخص رہتے ہوں تو اپنے میں سے ایک کو امام مقرر کئے بغیر رہنا جائز نہیں ہے)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ:

☆ شہر تو شہر جنگل میں بھی بغیر امام کے زندگی گزارنا غیر شرعی زندگی ہے۔

☆ کم از کم تین اشخاص پر اسلام امارت کے قیام کا تقاضہ کرتا ہے۔

اسی طرح ”اذا خرج ثلاثة فی سفر فلیؤمروا علیہم احدهم“ (عن ابی سعید) (جب تین آدمی سفر میں نکلیں تو ان پر لازم ہے کہ ایک کو امام مقرر کریں)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ:

☆ حضور تو حضور سفر میں بھی امام کا تقرر لازمی ہے۔

☆ دائمی اجتماع تو دائمی کم از کم تین آدمیوں کا عارضی اجتماع بھی امامت کا متقاضی ہے اسی

طرح فرمایا ”من مات ولیس علیہ امام جماعة فان موته موة جاهلیة“ (حاکم ابن

عمر) (امام جماعت کے بغیر موت جاہلیت کی موت ہے) اس سے واضح ہوا کہ
☆ موت سے قبل قیام امارت ضروری ہے۔

☆ عدم قیام امارت کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اسی طرح فرمایا: من مات بغير امام مات ميتة جاهلية (مسلم طبرانی) (بغیر امام کی موت جاہلیت کی موت ہے)

مذکورہ پہلی دو احادیث میں کم از کم تین افراد کے وجود پر قیام امارت کا حکم دیا گیا ہے اس بات سے قطع نظر کہ وہ افراد شہروں میں رہتے ہوں یا جنگلوں میں، مقیم ہوں، یا مسافر۔ یہ فرمان مصطفیٰؐ ہے اور امت مصطفیٰؐ پر اس کی تعمیل لازمی ہے کہ امارت کے عدم وجود کی صورت میں قیام امارت کے ذریعے اور امارت کی موجودگی میں اپنے آپ کو امارت کے ماتحت کر کے التزام جماعت کی زندگی گزاری جائے لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ امت مصطفیٰؐ کا مصطفیٰؐ کے اس فرمان پر عمل مفقود ہو چکا ہے۔

اسلام کی انفرادیت:

ورنہ یہی وہ منفرد امتیاز تھا کہ جس پر مصطفیٰؐ نے اپنی حیات میں عمل فرمایا اور امت کو ہر حال میں اس پر کاربند رکھنے کیلئے تاکید کی حکم فرمایا آج افراد امت مصطفیٰؐ اقوام غیر کی دیکھا دیکھی شتر بے مہار اور غیر جماعتی زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے ہیں اور انفرادی حیثیت میں زندگی گزارنے کا باعث حصول شادمانی سمجھ لیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس امت کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ رسول اللہؐ کی اتباع کرتے ہوئے وہ روش زندگی اپنائیں جو آپؐ کے فرامین و کردار سے ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم امارت کی ماتحتی میں جماعتی زندگی گزاریں یہ ہے وہ امتیازی زندگی جو اس امت کو حاصل ہے کہ

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ کہ اس امت کی کامیابی کا انحصار اسی میں ہے کہ زندگی گزارنے کیلئے اس خاص ترکیب کو ملحوظ رکھے جو اس امت کا خاصہ ہے کہ اسکی کامیابی کا انحصار اتحاد اور مذہب کی قوت پر ہے اور اتحاد

وقت کا انحصار التزام جماعت پر ہے اور التزام جماعت قیام امارت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے اب ضروری ہے کہ اپنے آپ کو امارت کے ماتحت کر کے جماعتی زندگی گزاری جائے کیونکہ یہی امت کے استحکام کا باعث ہے ورنہ دوسری صورت میں اگلی دو احادیث لائق غور ہیں کہ قیام امارت کی زندگی گزاری جائے یا جاہلیت کی موت کیلئے تیار رہا جائے گویا عدم قیام امارت کی زندگی گزارنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کی موت جاہلیت کی موت شمار ہوگی۔

بعثت مصطفوی ﷺ کا تقاضہ:

بعثت مصطفوی ﷺ کا تقاضہ ہے کہ ہر حالت میں قیام امارت اور اپنے آپ کو امارت کے ماتحت کر کے التزام جماعت کی زندگی گزاری جائے کہ آپ ﷺ نے منصب رسالت پر فائز ہو کر سب سے زیادہ اہمیت اسی کو دی ہے کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان کو نظم و نسق کا پابند کیا، اطاعت کو لازم قرار دیا، اپنی امارت میں مختلف سطحوں پر بھی امیر مقرر مائے۔ یہی سلسلہ عہد صحابہ و تابعین و محدثین میں بھی جاری لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا لوگ پھر سے روش جاہلیت کی طرف پلٹے کہ لوگوں نے انفرادی زندگی گزارنا شروع کی اس طرح امارت کا تصور لوگوں کے ذہنوں سے محو ہوتا گیا لیکن اب پھر سے امت کی خوش قسمتی ہے کہ دوبارہ سے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ آج پھر سے دینی جماعتیں اسی امارت کی بنیاد پر قائم کی جانے لگی ہیں ”دیر آید درست آید“ کے محاورے کی رو سے اس انداز رجعت کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے لیکن اس سلسلے میں افراد امت پر لازم ہے کہ وہ ”فسوایعۃ الاول“ (پہلے امام کی وفاداری کرو) کے اصول (تفصیل سیوجد) کا خیال رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس امارت کے ماتحت کر لیں کہ جس کا قیام سب سے پہلے ہوا ہو، گویا آپ ﷺ کی بعثت اور اطاعت کا تقاضہ یہی ہے کہ قیام امارت اور پھر اسکی ماتحتی میں التزام جماعت کی زندگی گزاری جائے ایک تو آپ کی عملی زندگی اسی سے معمور ہے اور پھر تاکید احکامات بھی اور اسی انداز زندگی پر امت کی کامیابی کا انحصار ہے کیونکہ:

کی محمد ﷺ وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اسی سلسلے کا ایک تاکید حکم ان الفاظ میں بھی آیا ہے کہ ”من استطاع ان لا ینام نوما

ولا یصبح سبحا الا علیہ امام فلیفعل“ (ابن عساکر) (ترجمہ: کوشش کرو کہ تم میں سے کسی کا دن یا رات اس حالت میں نہ گزرے کہ تم امام کے ماتحت نہ ہو) اس حدیث نے قیام امارت کی اہمیت کو اس قدر اجاگر کیا ہے کہ نہ کوئی دن بلا قیام امارت گزرے اور نہ کوئی رات بغیر قیام اسی طرح وہ حدیث جس پر تفصیلی گفتگو (فصل اول) میں کی جا چکی ہے لیکن یہاں پر بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے اس لیے اس کو لکھا جاتا ہے کہ تلزم جماعة المسلمين امامهم قلت فان لكم یکن لهم جماعة ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلها ولو ان بعض باصل شجرة حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک (بخاری) (مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو میں نے عرض کی انکی جماعت اور امام نہ ہو؟ فرمایا تو ان سب فرقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اگرچہ تمہیں درخت کی جڑیں کیوں نہ چبانی پڑ جائیں تا آنکہ تجھے موت آجائے اور تمہاری یہی حالت ہو) (اس حدیث کی تفصیل کیلئے فصل اول کی طرف رجوع کریں) لیکن یہاں پر اتنا جاننا ضروری ہے کہ اس حدیث نے التزام جماعت اور قیام امارت کو برابر کا درجہ دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ واجب پر عمل کیلئے اس کی شرط پر عمل اتنا ہی ضروری ہوتا ہے کہ جتنا واجب پر کہ ”ما لا یتیم الواجب الا به فهو واجب“ (یعنی کہ جس کے بغیر واجب پر عمل نہ ہو وہ واجب ہوتا ہے) یہی وجہ ہے کہ التزام جماعت کی جتنی تاکید اس حدیث میں کی گئی ہے اتنی ہی تاکید التزام امارت و امام کی کی گئی ہے۔

قانون اتحاد:

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ازل سے قانون اتحاد و انقلاب یہ رہا ہے کہ جب بھی خدائے لم یزل نے انسانی معاشرے کی اصلاح کا پروگرام تشکیل فرمایا انسانوں میں سے ہی کسی انسان کا انتخاب فرمایا اور اسکے ذریعے اختلاف کا خاتمہ اور انقلاب کا آغاز کیا۔

قرآن میں ارشاد ہے: ”فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفو فیہ“ (بقرہ ۲۱۳) ترجمہ: (کہ اللہ نے انبیاء بھیجے کہ جو خوشخبری سناتے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ حق کی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ

لوگوں میں انکے مختلف فیہ امور میں فیصلہ فرمائیں)

اس آیت نے انبیاء کرام کے کردار کو واضح کیا ہے کہ ان کا کام انسانی معاشرے میں خدائی اصلاحی پروگرام کی تکمیل تھی یعنی اختلافات امم کو ختم کرنا، لوگوں کو متحد کرنا، نفرتوں کو مٹانا، محبتوں کو اجاگر کرنا، عداوت کو زائل کرنا اور اخوت کو پروان چڑھانا کیونکہ یہی مقصود فطرت اور مطلوب رمز مسلمانی ہے کہ جسکی تشکیل اللہ کو مطلوب ہے کہ

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی اور قرآن اس نہج کی زندگی گزارنے والوں کو رحمت الہی کے فیض یافتگان گردانتا ہے کہ ”وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّي وَلَذَلِكَ خَلَقَهُمْ (ہود ۱۱۸-۱۱۹) (لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے کہ سوائے ان کے جن پر تیرے رب کی مہربانی ہے اسی کیلئے انکی تخلیق ہوئی ہے) اس عظیم مشن کی تکمیل کیلئے ازل سے خدائے لم یزل کا قانون اتحاد و انقلاب بذریعہ انبیاء و رسل کا فرما ہوا۔ اس اعتبار سے انبیاء و رسل درحقیقت اپنی اقوام کیلئے امام ہوتے تھے، ان کے ذریعے ہمیشہ سے اختلاف کا خاتمہ کیا گیا، فرقوں کا سد باب کیا گیا، اتحاد و عملی جامہ پہنایا گیا، اہلیان اطاعت کو صاحبان جنت قرار دیا گیا اور باغیان اطاعت کو صاحبان جہنم گردانا گیا، لیکن چونکہ اب حصول نبوت کا دروازہ ختم المرسلین ﷺ کی بعثت کے ذریعے بند کر دیا گیا ہے اب اختلاف کو مٹانے اور اتحاد کو پانے، نجات کو مقدر بنانے کا طریقہ صرف اور صرف ایک ہے وہ ہے انبیاء کرام کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے انکی اطاعت یعنی قیام امارت اور اسکی ماتحتی میں جماعتی زندگی گزاری جائے کہ اس طرح اختلاف کا خاتمہ، فرقوں کا سد باب، اتحاد امت کی تشکیل نو، اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی ممکن ہے یعنی اب نبوت کا دروازہ تا قیام قیامت بند ہو چکا ہے لیکن ان کا پروگرام و مشن قائم و جاری رہے گا وہ ہے انسانی معاشرے میں خدائی اصلاحی پروگرام کی تشکیل و تکمیل یعنی اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی ہو سکے اور سدود اختلاف، حصول اتحاد ہو۔ اور یہ ممکن ہو سکے گا بذریعہ التزام جماعت و قیام امارت یہی مفہوم اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الا نبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا

نبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون فقالو فما تأمرنا قال فویبعة الاول فالاول اعطوهم حقهم فان الله سائلهم عن ما استرعاهم (بخاری ابی ہریرۃ احادیث الانبیاء)
ترجمہ: (نبی اسرائیل کی سیاست انبیاء فرماتے تھے نبی کے بعد ہی آتے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا عنقریب بہت سارے خلفاء ہونگے انہوں نے پوچھا ہمیں کیا حکم ہے فرمایا پہلے خلیفہ کی وفاداری کرو اور انہیں ان کا حق دو اور ان سے رعیت کے بارے میں اللہ پوچھئے گا) اس حدیث سے واضح ہوا کہ:

- ☆ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء فرماتے تھے۔
- ☆ حضور ﷺ کی بعثت کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند کیا جا چکا ہے۔
- ☆ اس امت میں خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔
- ☆ التزام جماعت کیلئے اولین خلیفہ کی وفاداری کرنی ہوگی۔
- ☆ صاحبان بیعت خلیفہ کو جوابدہ ہوگا۔
- ☆ خلیفہ اللہ کو جوابدہ ہوگا۔

گویا بنی اسرائیل کی قیادت و سیاست انبیاء فرماتے تھے اگر نبی حاکم ہوتا تو بحیثیت حاکم اسلامی قوانین کے نفاذ اور اسلامی مملکت کی وسعت کیلئے جیسے داؤد، سلیمان، یوسف وغیرہ علیہم السلام نے بحیثیت حاکم بنی اسرائیل کی قیادت و سیاست فرمائیں۔ اور اگر حاکم نہیں تھے تو بحیثیت مبلغ عقائد کی تبلیغ اور اخلاقیات کی تعلیم کے لیے جیسے یعقوب علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک بے شمار انبیاء اور پھر سلسلہ انبیاء و رسل میں یہ کام خاتم المرسلین نے سب سے آخر میں انہی دونوں حیثیتوں میں سرانجام دیا مکی دور میں جب آپ حاکم نہیں تھے تو بحیثیت مبلغ و معلم عقائد کی تبلیغ اور اخلاقیات کی تئیمین کے ذریعے اور مدنی زندگی میں حصول مملکت کے بعد بحیثیت حاکم اسلامی قوانین کے نفاذ اور اسلامی مملکت کی وسعت کے ذریعے لیکن یہ یاد رہے کہ نبی کی جو نبی بھی حیثیت ہوا مٹی پر لازم تھا کہ وہ نبی کی نصرت و حمایت کرے اور ہمیشہ سے وہی لوگ افضل ٹھہرے کہ جو نبی کی پہلی حیثیت میں ایمان لائے اور نصرت و حمایت میں مصروف ہو گئے اس طرح بھی کچھ دیگر یا افراد نبی ٹھہرے جیسے ہارون، داؤد، یوشع وغیرہ یا حواری ٹھہرے جیسے حوارین عیسیٰ یا مبشرین بالہیۃ

جیسے عشرہ مبشرہ یا خلیفہ جیسے خلفاء اربعہ، اب خاتم المرسلین کے بعد کسی نبی نے تو آنا نہیں لیکن نصرت و حمایت کا نبوی طریقہ باقی ہے اور باقی رہے گا اور وہ ہے جو بھی آپ کی نیابت کرتے ہوئے یعنی امام مقرر کیا جائے اسکی حمایت و نصرت کرنا یہی ایک طریقہ ہے سدود اختلاف اور حصول اتحاد اور نجات کو مقدر بنانے کا۔

اللہ کی مدد کا مفہوم:

یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ کتاب و سنت نے اہل ایمان کو اللہ کی مدد و نصرت کا تاکید کر دیا ہے کہ ”یا ایہا الذین آمنوا ان تنصر اللہ ينصرکم و یثبت أقدانکم (محمدؐ) ترجمہ: (اے ایمان والو تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا) اسی طرح فرمایا ”یا ایہا الذین آمنوا کونوا أنصار اللہ“ (الصف ۴۱) ترجمہ: (اے ایمان والو اللہ کے مددگار بن جاؤ) ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو اللہ کی مدد و نصرت کرنی چاہئے کیونکہ ان آیتوں میں اہل ایمان سے نصرت و مدد کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ اللہ کی مدد سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی مدد کا طالب ہے بلکہ اس نصرت سے نبی کی موجودگی میں نبی کی نصرت مراد ہے اور نبی کی غیر موجودگی میں نبی کے جانشین یعنی امام کی مدد مراد ہے یعنی فرد اپنے آپ کو امارت کے ماتحت کر کے التزام جماعت کی زندگی گزارے اور ہدف کی تحصیل کیلئے امام کی مدد کر کے انصار اللہ بن جائے اور یہی چیز قرآن و حدیث سے واضح ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے واضح ہوتا ہے کہ ”یا ایہا الذین آمنوا کونوا أنصار اللہ کما قال عیسیٰ ابن مریم للحواریین من أنصاری الی اللہ قال الحواریون نحن أنصار اللہ“ (الصف ۱۲)

ترجمہ: (اے مومنو تم اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کون ہے اللہ کیلئے میرا مددگار، انہوں نے کہا ہم ہیں مددگار اللہ کے)

آپ ﷺ نے بیعت لیتے ہوئے فرمایا ”وعلی ان تنصرونی فتمنعونی اذا قدمت

علیکم مما تمنعون منه انفسکم و ازواجکم و أبناءکم و لکم الجنة“ (احمد)
ترجمہ: (اگر تم میری مدد کرو گے اور جس چیز سے تم اپنے جان و مال بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو
اس سے میری حفاظت کرو گے تو تمہارے لئے جنت ہے)

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور قدم مضبوط جمادینے کو مومنین کی جانب سے اپنی
مدد کے ساتھ مشروط گردانا ہے جبکہ دوسری آیت نے اس مفہوم کو واضح کیا ہے کہ مومن اللہ کی مدد
کیسے کر سکتے ہیں تم اللہ کی مدد کیسے کر سکتے ہو اس طرح کہ جیسے حواریوں نے عیسیٰ کی مدد کی، اس
طرح تم بھی انصار اللہ بن سکتے ہو محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کر کے، اور مذکورہ حدیث نے واضح کیا
ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نصرت و حمایت حصول جنت کا باعث ہے اور حصول جنت انصار اللہ پر اللہ کا
آخری اور انتہائی پرکشش انعام و نوازش ہے کہ جس میں انصار اللہ دو جہاں کے سب سے عظیم
انعام یعنی دیدار الہی کا شرف پائیں گے، گویا آخرت کی سرخروئی کے حصول کیلئے لازم ہے کہ انصار
اللہ کا کردار اپنایا جائے اور انصار اللہ کا کردار نبی ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کی حمایت و
حفاظت پر کمر بستہ ہونے کا نام ہے۔ چونکہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن انصار اللہ بننے کا
خدائی طریقہ تاقیام قیامت جاری رہے گا اور اس پر عمل ہو سکے گا قیامت و امام کے مددگار بن
کر کہ حدیث نے پہلے ”سیکون خلفاء فیکثرون“ کہہ کر اس مسئلہ کو حل کر دیا کہ تاقیام
قیامت امامت و امارت کا سلسلہ جاری رہے گا پھر ”فوابیعة الاول فالوال واعطوهم
حقهم“ کہہ کر انصار اللہ بننے کا نبوی طریقہ بیان فرمایا کہ تم بذریعہ بیعت امارت کے ماتحت
زندگی گزار کر اور امام کی نصرت اور وفاداری کے ساتھ انصار اللہ بن سکتے ہو، اس طرح تم اللہ کی مدد
کے مستحق بن جاؤ گے جیسا کہ نبی اسرائیل کے حواری اللہ کی مدد کے مستحق بنے تھے ”فایدنا
الذین آمنو علو عدوهم فاصبحوا ظاہرین“ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ اللہ کی مدد کے مستحق
بنے تھے ”واخری تحبونها نصر من اللہ و فتح قریب و بشر المومنین (الفتح) جیسا
کہ فصل اول میں لکھا جا چکا ہے کہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے چونکہ بیعت قیامت و امام کا
ذریعہ اور قیامت امارت التزام جماعت کی شرط ہے اس لیے بیعت اور امارت پر بھی اللہ کی حمایت و
نصرت کی نوید سنائی گئی ہے۔

حمایت و نصرت کی اہمیت:

دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ اس آیت نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو اہل ایمان گردانا ہے جو انصار بنے تھے ”فامنت طائفة من بنی اسرائیل“ اور جو انصار اللہ نہ بنے تھے انہیں خطاب دیا گیا کہ ”و کفرت طائفة“ گویا ایمان کیلئے نصرت و حمایت شرط ہے نبی کی موجودگی میں نبی کی اور نبی کی غیر موجودگی میں امیر و امام کی؟

جب یہ واضح ہوا کہ ایمان کیلئے نصرت شرط ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ امارت کا قیام اس لیے ہوتا کہ ایمان کی ایک بنیادی شرط نصرت امام پر عمل ممکن ہو سکے۔

قتال اور امارت:

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ (جیسا کہ فصل اول میں لکھا جا چکا ہے کہ قتال کیلئے قیام امارت مطلوب ہے جماعت اور اس کا نظم مطلوب ہی اس لئے ہے کہ جہاد و ہجرت کا حق ادا کیا جاسکے) کہ حضور ﷺ نے قتال کیلئے امارت کو ایک ڈھال سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ”انما الا امام جنة یقاتل من وراہ و یتقى به فان امر بتقوى الله وعدل فان له بذلک اجر وان قال لغیره فان علیہ منه (صحیح) کہ یقیناً امام ڈھال ہے اس کے پیچھے رہ کر قتال کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے قتال میں بچا جاتا ہے اگر وہ تقویٰ کا حکم دے اور انصاف کرے تو اجر پائے گا اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس پر ہے۔

اس حدیث نے امام کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور اس کی ضرورت کو بیان کیا ہے کہ آج ہر طرف سے امت پر کفار کی یلغار ہے اور دوسری طرف مجاہدین ان سے برسر پیکار ہیں لیکن آج تک مجاہدین کوئی موثر اور دیر پا کامیابی نہیں سمیٹ پائے اکثر مواقع پر اور بہت سارے مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ مسلمان مسلمان سے برسر پیکار ہے ایک طرف مسلم مملکتوں پر کفر حملہ آور اور مسلمانوں پر کفار کی یلغار ہے دوسری طرف مجاہدین برسر پیکار کبھی کفار سے تو کبھی اپنے ہی مسلمانوں سے گویا کہ مسلمان کفر سے برسر پیکار ہے تو اپنوں پر بھی حملہ آور ہے اور مسلمانوں پر کفار کی یلغار ہے تو اپنے بھی برسر پیکار ہیں کیا عجیب حال ہے اس وقت اہل اسلام کا مارنے والوں کی

سوچ یہ ہے کہ یہ کفار کے ایجنٹ ہیں اس لیے ہم مارتے ہیں لیکن مرنے والوں کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ انداز قتال شریعت میں مطلوب نہیں ایک طرف دلائل ہیں تو دوسری طرف الزام، ایک طرف جرات ہے تو دوسری طرف تلوار، حقیقت یہ ہے کہ قتال کا یہ انداز ثمر بار و نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قتال میں وہ ڈھال نہیں کہ جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ دشمن کی وار سے بچا جاتا ہے۔ میدان کا رزار کے مجاہد کیلئے ڈھال بھی ضروری ہے اور جس طرح میدان کا رزار میں دشمن کے وار سے بچنے کیلئے ہتھی ڈھال ضروری ہے عین اسی طرح میدان کا رزار میں اترنے کیلئے التزام جماعت، التزام امارت اور امام کی اطاعت ضروری ہے اس کے بغیر ہمارا جہاد و قتال نتیجہ خیز اور ثمر بار نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث نے امام کو میدان کا رزار کے مجاہد کیلئے ڈھال قرار دیا ہے اس لیے میدان کا رزار سجانے سے قبل ایک مضبوط اور مستحکم جماعت اور پھر اس جماعت کے امام کا التزام ضروری ہے گویا امارت کا قیام اور اطاعت امام میدان مقتل کے مجاہد کیلئے اپنے جہاد کو ثمر بار اور نتیجہ خیز بنانے کیلئے ضروری ہے پھر یہ ثابت ہو جائیگا کہ

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب، کار آفرین، کار کشا، کار ساز
ورنہ وہ مجاہد کبھی کفر سے برسرِ پیکار کبھی کافر کا آلہ کار بنارہے گا۔ اور سوائے حسرت کے کچھ
ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”من خرج من الطاعة و فارق
الجماعة فمات مات ميتة جاهلية و من قاتل تحت راية عمية يغضب لعصبية او يد
عو الى عصبية او ينصر عصبية فقتل فقتل جاهلية (مسلم باب الامارة عن ابی
ہریرہ) (جو شخص اطاعت سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہوا اور مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا
اور جس شخص نے اندھا ہو کر کسی کے جھنڈے تلے جنگ کی یا کسی گروہ پر غضب ناک ہو یا کسی گروہ
کی طرف دعوت دی یا کسی گروہ کی نصرت کی اور مارا گیا اس کا مارا جانا جاہلیت کا مارا جانا ہے)

اس حدیث نے ایک تو اطاعت امام اور قیام امارت اور التزام جماعت کا تقاضہ کیا ہے ورنہ
اس کی موت جاہلیت کی موت شمار ہوگی۔ اور دوسرا اندھا ہو کر کسی کے جھنڈے تلے جنگ کرنے
سے منع کیا ہے ورنہ اس کا قتل جاہلیت کا قتل شمار ہوگا۔ گویا قیام امارت، اطاعت امام اور التزام
جماعت کے بغیر قتال جاہلیت کا طرز قتال اور قتل جاہلیت کا طرز قتل شمار ہوگا اور سوائے ندامت کے

کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس سے التزام جماعت کی شرط امارت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ قتال کیلئے بھی اسکی ماتحتی ضروری ہے۔

تبلیغ اور امارت:

امارت صرف میدانِ مقل کیلئے ہی نہیں بلکہ تبلیغ کیلئے بھی ضروری ہے ”لا یقض الا امیر او مامور او مختال“ (احمد باقی مسند الانصار عن عوف بن مالک) (خطبہ امیر یا متعین کردہ ماموم دے گا اور تیسرا آدمی جو یہ ذمہ داری نبھانا چاہے وہ متکبر شمار ہوگا) کہ قیام امارت تبلیغ دین جیسے اہم فرض کی سرانجام دہی کیلئے بھی ضروری ہے گویا جہاد فی سبیل اللہ جیسا عظیم مشن ہو یا تبلیغ دین جیسی اہم ذمہ داری اسلام ان کو نبھانے اور کامیاب بنانے کیلئے امارت کا قیام لازمی اور شرط گردانتا ہے امارت کی اسی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر امام اہلسنت اپنے وقت کے عظیم مفکر و مدبر اور بے مثل مجاہد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”یجب ان يعرف ان ولایۃ امر الناس من اعظم واجبات الدین بل لا قیام للدین الا بها“ (یہ جاننا واجب ہے کہ دین کے واجبات میں سے سب سے عظیم واجب امارت ہے بلکہ دین کا قیام اس کے بغیر ممکن نہیں ہے)

الْإِسْلَامُ الْجَمْعِيُّ وَالْإِسْلَامُ الْفَرْدِيُّ
الْإِسْلَامُ الْجَمْعِيُّ وَالْإِسْلَامُ الْفَرْدِيُّ

اسلامی زندگی بغیر جماعت کے اور جماعتی زندگی بغیر امارت کے صحیح نہیں۔ امارت کا دار و مدار اطاعتِ امیر پر ہے۔ (مشکوٰۃ)

فصل سوم

بیعت

فصل اول میں التزام جماعت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے بعد فصل ثانی میں اس کی بنیادی شرط امارت کا بیان کیا جا چکا ہے اس فصل میں قیام امارت کا طریقہ (یعنی بیعت، اسکی اہمیت اور فوائد بیان کیے جائیں گے)

بیعت، اسکی اہمیت اور فوائد:

قیام امارت کا اسلامی طریقہ صرف اور صرف ایک ہے وہ ہے بیعت۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے صاحب بیعت (یعنی امام) کو اطاعت و سماعت کا حصول ہوتا ہے اور صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کا حصول۔ اور اسکی اہمیت یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ کی حمایت و نصرت کا نزول ہوتا ہے۔

وضاحت:

جیسا کہ فصل اول میں لکھا جا چکا ہے کہ اللہ کی حمایت و نصرت جماعت کو حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ بیعت کے ذریعہ قیام امارت ہوتا ہے جو کہ التزام جماعت کیلئے شرط ہے اس لیے بیعت اس حمایت و نصرت الہی کے نزول کا ذریعہ ہے کہ جس کا حصول التزام جماعت میں ہوتا ہے۔

بیعت کی اہمیت:

اب آئیے اصل بحث کی طرف جہاں تک بیعت کی اہمیت کی بات ہے وہ یہ ہے کہ بیعت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت کا نزول ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور قریش سے معاہدہ صلح کیلئے سفارتی کوششوں کی ابتداء ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر قریش کے پاس بھیجا اس موقع پر انواہ یہ

مشہور ہوگی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے آپ ﷺ نے خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ید اللہ فوق ایدیہم“ (فتح 10) یہاں پر ”ید اللہ فوق ایدیہم“ سے مراد اللہ کی حمایت و نصرت ہے اس سے واضح ہوا کہ بیعت کے نتیجے میں اس حمایت و نصرت الہی کا نزول ہوتا ہے جس کا حصول التزام جماعت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ (تفصیل کیلئے فصل اول دیکھیں)

بیعت کے فوائد:

اور جہاں تک بیعت کے فوائد یعنی اس کے صاحب بیعت کو سماعت و اطاعت اور صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کے حصول کی بات ہے اس کی اہم ترین دلیل بیعت عقبہ ثانیہ والی حدیث ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ

”ہم نے پوچھا یا رسول اللہ علیٰ ما نبایعک قال تبایعونی علی السمع والطاعة فی النشاط والکسل وعلی النفقة فی العسر والیسر وعلی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وان تقولوا فی اللہ لا تخافون فی اللہ لومة لا ئم وعلی ان تنصرونی فتمنعونی اذا قدمت علیکم مما تمنعون منه انفسکم وازواجکم وانباءکم ولکم الجنة قال فقمنا الیہ فبايعناه فاخذ بيده سعد بن زرارة وهو من اصغرهم فقال رويدا يا اهل يثرب فانا لم نضرب اكباد الابل الا ونحن نعلم انه رسول الله وان اخراجه اليوم مفارقة العرب كافة وقتل خياركم وان تعضكم السيوف فاما انتم قوم تصبرون علی ذلك واجركم علی اللہ عزوجل واما انتم قوم تخافون من انفسکم جينة فبینوا ذلك فهو عذر لکم عند اللہ قالوا امط عنا یا سعد ابن ذرارة فواللہ لا ندع هذه البيعة ابدا ولا نسلها ابدا قال فقمنا الیہ فبايعناه فاخذ علينا وشرط و يعطينا علی ذلك الجنة (احمد باقی مسند المکثرین)

ترجمہ: (اے اللہ کے رسول ہم آپ سے کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا (۱) چستی و سستی

مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے آپ ﷺ نے خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ید اللہ فوق ایدیہم“ (الفتح 10) یہاں پر ”ید اللہ فوق ایدیہم“ سے مراد اللہ کی حمایت و نصرت ہے اس سے واضح ہوا کہ بیعت کے نتیجے میں اس حمایت و نصرت الہی کا نزول ہوتا ہے جس کا حصول التزام جماعت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ (تفصیل کیلئے فصل اول دیکھیں)

بیعت کے فوائد:

اور جہاں تک بیعت کے فوائد یعنی اس کے صاحب بیعت کو سماعت و اطاعت اور صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کے حصول کی بات ہے اس کی اہم ترین دلیل بیعت عقبہ ثانیہ والی حدیث ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ

”ہم نے پوچھا یا رسول اللہ علیٰ ما نبایعک قال تبایعونی علی السمع والطاعة فی النشاط والکسل وعلی النفقة فی العسر والیسر وعلی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وان تقولوا فی اللہ لا تخافون فی اللہ لومة لائم وعلی ان تنصرونی فتمنعونی اذا قدمت علیکم مما تمنعون منه انفسکم وازواجکم وابناءکم ولکم الجنة قال فقمنا الیہ فبايعناه فاخذ بيده سعد بن زرارة وهو من اصغرهم فقال رويدا يا اهل يثرب فاننا لم نضرب اكبدا الا بلالا ونحن نعلم انه رسول الله وان اخراجه اليوم مفارقة العرب كافة وقتل خياركم وان تعضكم السيوف فاما انتم قوم تصبرون علی ذلك واجركم علی اللہ عزوجل واما انتم قوم تخافون من انفسكم جينة فبينوا ذلك فهو عدل لكم عند اللہ قالوا امط عنا يا سعد ابن ذرارة فواللہ لا ندع هذه البيعة ابدا ولا نسلبها ابدا قال فقمنا الیہ فبايعناه فاخذ علينا وشرط و يعطينا علی ذلك الجنة (احمد باقی مسند المکثرین)

ترجمہ: (اے اللہ کے رسول ہم آپ سے کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا (۱) چستی و سستی

ہر حال میں بات سننے اور اطاعت کرنے کی (۲) تنگی و خوشحالی میں مال خرچ کرنے کی (۳) بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی (۴) جب میں تمہارے ہاں آؤں تو جس چیز سے تم اپنی جان و مال اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری حفاظت کرنے کی۔ نتیجہ تمہارے لئے جنت ہے ہم بیعت کیلئے اٹھے تو سعد بن زرارہ (جو ہم میں سب سے چھوٹے تھے) نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولے اہل یثرب ذرا ٹھہر جاؤ۔ ہم آپ کی خدمت میں اونٹوں کے کلیجے مار کر (لمبا سفر کر کے) اس یقین سے حاضر ہوئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو لیجانے کا مطلب ہے سارے عرب سے دشمنی تمہارے چیدہ چیدہ سرداروں کا قتل، تلواروں کی مار، لہذا اگر یہ سب کچھ کر سکتے ہو تو تب تو انہیں لے چلو اور تمہارا اجر اللہ پر ہے اور اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو انہیں ابھی سے چھوڑ دو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابل قبول عذر ہو گا یہ سن کر لوگوں نے کہا سعد اپنا ہاتھ ہٹاؤ اللہ کی قسم ہم اس بیعت کو نہ توڑیں گے نہ چھوڑینگے کہتے ہیں ہم لوگ اٹھے اور بیعت کی اور آپ ﷺ نے اس کے عوض جنت کی بشارت سنائی)

صاحب بیعت کو سماعت و اطاعت کا حصول:

اس حدیث سے دونوں باتوں کی وضاحت ہو گئی (۱) جہاں تک صاحب بیعت کو سماعت و اطاعت کے حصول کی بات ہے حدیث سے بالکل واضح ہے کہ ”تبايعونى على السمع والطاعة فى النشاط والكسل وعلى النفقة فى العسر واليسر“ (کہ تم میری بیعت کرو گے چستی و سستی ہر حال میں سماعت و اطاعت کرنے کی، تنگی و خوشحالی میں مال خرچ کرنے کی) اس سے واضح ہوا کہ بیعت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے قیادت کو سماعت و اطاعت کا حصول ہوتا ہے (تفصیل فصل رابع میں)

صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کا حصول:

اور جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کا حصول ہوتا ہے سیدھی سی بات ہے کہ اگر اہل یثرب سعد بن زرارہ کے بیان کردہ ابہام پر خوف کھاتے ہوئے بیعت نہ کرتے کہ ”وان اخراجہ اليوم مفارقة العرب كافة و قتل خيار کم وان

تعضکم السیوف فما انتم قوم تصبرون علی ذلک“ (کہ آپ کو یہاں سے لیجانے کا مطلب ہے سارے عرب سے دشمنی مول لینا تمہارے چیدہ چیدہ سرداروں کا قتل، تلواروں کی مار اگر تم ایسا کر سکتے ہو) تو نہ یثرب مدینہ الرسول بنا اور نہ اہل یثرب انصار اور نہ محمد انکا رسول وقائد کہلاتا نہ ہی وہ رسول کے امتی گویا بیعت کے ذریعے اہل یثرب کو قیام امارت کا حصول ہوا کیونکہ انہوں نے کہا ”امط عنا یا سعد بن زرارۃ واللہ لا ندع هذه البيعة ابدا ولا نسلها ابدا قال فقمنا الیہ فبايعناه“ (لوگوں نے کہا سعد اپنا ہاتھ ہٹاؤ اللہ کی قسم ہم اس بیعت کو نہ توڑینگے نہ چھوڑینگے کہتے ہیں کہ ہم اٹھے اور بیعت کی) اس حدیث سے بیعت کا فائدہ نکھر کر سامنے آ گیا ہے کہ اس کے ذریعے صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کا حصول اور صاحب بیعت کو سماعت و اطاعت کا حصول ہوتا ہے نتیجہ میں اللہ کی نصرت و حمایت کا نزول ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو خود لفظ بیعت سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عربی میں باع بیع بیعت کا مطلب ہوتا ہے کہ خرید و فروخت اور یہ بات مسلم ہے خرید و فروخت کا عمل دو طرفہ ہوتا ہے مثلاً کرنسی دیکر اشیاء لینا بیع کہلاتا ہے اور کرنسی کی ایجاد سے قبل ایک جنس کا دوسری جنس سے تبادلہ بیع کہلاتا تھا اس تفصیل کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیعت میں تبادلہ لازمی اصول ہے گویا بیعت کے ذریعے صاحب بیعت کو صاحبان بیعت کی اطاعت و سماعت اور صاحبان بیعت کو صاحب بیعت کی قیادت و امارت کا تبادلہ یعنی حصول ہوتا ہے۔

بیعت کی حقیقت:

اور چونکہ درحقیقت یہ بیع اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہوتی ہے اس لئے اس بیع کا نتیجہ اللہ کی حمایت و نصرت اور اخروی نجات پر منتج ہوتا ہے اور مومن انصار اللہ کا اعزاز پاتا ہے اس حقیقت کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ ”ان الله اشترى من المؤمنين أنفسهم و اموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التورات والا انجيل والقرآن ومن اوفى بعهدہ من الله فاستبشروا ببيعکم الذی بايعتم به و ذلک هو الفوز العظيم“ (توبہ ۱۱۱) ترجمہ: (کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں

سے ان کی جان و مال کا سودا کر لیا ہے اس قیمت پر کہ اس کے بدلے جنت ہے وہ لڑتے ہیں قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں اللہ کی راہ میں اللہ کا یہ سچا وعدہ تورات، انجیل اور قرآن میں ہے اور اللہ سے بڑھ کر وعدے کا سچا کون ہو سکتا ہے پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے) ہماری بد قسمتی ہے کہ اس آیت کی وہ اہمیت ہماری زندگیوں میں نہ رہی جو اصحاب رسول ﷺ کو حاصل تھی، اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مومن اور اللہ کے درمیان ایک تجارت ہے اور اس تجارت میں اللہ مومن کی صلاحیتوں، اوقات، وسائل اور اموال کا خریدار ہے اور اسکے بدلے میں مومن کو جنت دی جاتی ہے اس کا روبرو قرآن مجید بیع کا نام دیتا ہے اور عربوں کے رواج کے مطابق جب خرید و فروخت کا معاملہ طے پا جاتا تو دونوں فریق ہاتھ ملا کر یہ ظاہر کرتے کہ اب کوئی ایک فریق بھی پیچھے نہیں ہٹے گا تو اس کا روبرو کو مبايعت کہتے تھے، یہی بیعت کی حقیقت ہے کہ صاحب بیعت کو سماعت و اطاعت کا حصول اور صاحبان بیعت کو قیادت و امارت کا حصول ہوتا ہے کہ جس طرح صاحب خرید کو مال کا حصول اور صاحب فروخت کو زر کا حصول ہوتا ہے اور چونکہ درحقیقت یہ بیع اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہوتی ہے اس لیے اس کا نتیجہ اللہ کی حمایت و نصرت اور اخروی نجات پر منتج ہوتا ہے اور مومن انصار اللہ کا اعزاز پاتا ہے۔

فریق کی اہمیت:

اب جبکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ بیع اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان ہے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اس بیع کی تکمیل کیسے ہو سکتی ہے؟ واضح رہے کہ یہ بیع درمیانی فریق کے ذریعہ ہی تکمیل پاتی ہے اور وہ فریق صاحب نبوت کی موجودگی میں وہی ہوتا ہے وہ بتاتا ہے کہ کب اور کس طرح اپنی جان و مال کو پیش کرنا ہے یعنی خریدار تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن درمیانی ذریعہ نبی ہوتا ہے اسی لئے فرمایا ”ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسنوف يوتيها اجرا عظيما“ (الفتح ۱۰) ترجمہ: (جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے انکے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر ہوگا جو ایفاء عہد کرے گا تو عنقریب اللہ اسکو بڑا اجر دیگا)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بیچ جو اللہ اور مومن کے درمیان ہے اس کی تکمیل درمیانی فریق کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ فریق کے ہاتھ پر بیعت ہی اللہ کی بیعت ہے کہ ”ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ“ (جو آپ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے)

دوسری بات پہلی آیت نے ایفاء عہد کرنے والوں کو نوید کامرانی سنائی کی ”فاستبشرو بیعکم الذی بایعتم بہ“ اور اس دوسری آیت نے ایفاء عہد کے مفہوم کو واضح کیا کہ اس سے مراد صاحب بیعت کی وفاداری ہے کہ ”فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن أوفی بما عہد علیہ اللہ فسوف یؤتیہ اجر عظیم“ (کہ جس نے عہد شکنی کی اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر ہوگا اور جو ایفاء عہد کرے گا تو اجر عظیم پائے گا) اور اس آیت نے یہ بھی واضح کیا کہ بیعت کے ذریعے مومن پر حمایت و نصرت الہی کا نزول ہوتا ہے ”ید اللہ فوق أیدیہم“ گویا اصل بیچ اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتی ہے اور اسکی تکمیل کا ذریعہ نبی ہے اس لیے اس کی بیعت اللہ کی بیعت اس کی وفاداری اللہ کی وفاداری اور اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی شمار ہوگی (تفصیل فصل رابع میں)

لیکن چونکہ اب نبوت کا سلسلہ تا قیامت ختم کر دیا گیا ہے مگر نزول نصرت و حمایت الہی کا سلسلہ اور حصول نصرت و حمایت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور وہ ہے بذریعہ بیعت التزام جماعت۔

تاکیدی احکامات:

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سلسلے میں تاکیدی احکام جاری فرمائے ہیں۔ فرمایا ”من خل ید امن طاعة لقی اللہ یوم القیامة لاحجة له و من مات و لیس فی عقیقہ بیعة مات میتة جاهلیة“ (مسلم عبداللہ بن عمر) (کہ جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا اور اللہ سے اسی حال میں ملا تو اس کے پاس (نجات کیلئے) کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو اس حال میں مرا کہ اس گردن میں بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ☆ امام کی اطاعت اخروی کامیابی کی ضامن ہے۔

☆ بغیر بیعت کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

پہلی بات یعنی اطاعت کا تذکرہ (فصل رابع) میں کیا جائیگا جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ بغیر بیعت کی موت جاہلیت کی موت ہے سے بیعت کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کیونکہ بیعت کے ذریعے امام کا انتخاب اور امارت کا قیام ہوتا ہے اور امارت التزام جماعت کی شرط ہے اور التزام جماعت کی زندگی ہی عین اسلامی زندگی ہے۔ اس وجہ سے ان تینوں چیزوں کی اپنی ایک اہمیت وحیثیت ہے اسی لئے احادیث نے ان تینوں میں ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ تاکید احکامات دیئے ہیں اور ان سے روگردانی کی صورت میں ایسی زندگی کو جاہلیت کی زندگی اور اسی حالت کی موت کو جاہلیت کی موت گردانا گیا ہے۔ مثلاً فصل اول میں (التزام جماعت کی اہمیت) کے ضمن میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ”لیس احد یفارق الجماعة شبر افی موت الا مات میة جاہلیة“ (بخاری) (کہ جماعت سے بالشت بھر علیحدگی کی موت جاہلیت کی موت ہے) اور اس طرح فصل ثانی میں التزام جماعت کی شرط (امارت) کے ضمن میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ”من مات ولیس علیہ امام جماعة فان موته میتة جاہلیة“ (حاکم) (بغیر امام کی موت جاہلیت کی موت ہے) گویا اسلامی زندگی گزارنے اور اسلامی موت مرنے کیلئے لازم ہے کہ جماعتی زندگی گزاری جائے اور جماعتی زندگی گزارنے کیلئے قیام امارت شرط ہے اور قیام امارت کا طریقہ امام کی بیعت ہے۔ اور اسی طرح دوسری بات دو جہاں کی شادمانی و کامرانی کیلئے نصرت و حمایت الہی کا حصول ضروری ہے اور نصرت و حمایت الہی کا حصول جماعتی زندگی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور جماعتی زندگی گزارنے کیلئے قیام امارت شرط ہے اور قیام کا طریقہ بیعت ہے اور یہی بیعت نزول نصرت و حمایت الہی کا باعث ہے۔

بیعت سے متعلق چند مسائل

بیعت کی اس اہمیت و ضرورت کے پیش نظر مزید چند مسائل کا تذکرہ کیا جائیگا تا کہ غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاسکے اور اصل حقیقت واضح ہو سکے۔

عموم الناس میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے اور کچھ علماء بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بیعت لینے والا با اختیار ہو اور اس کیلئے حکومت اور اقتدار شرط ہے حالانکہ اگر دین اسلام کی روح اور اس کی حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے اور کتب احادیث میں وارد بیعت سے متعلق مسائل کو اچھی طرح پڑھا اور سمجھا جائے تو یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے۔ قبل اس کے کہ میں بیعت کے چند مسائل پر بات ہو پہلے اسلام کی روح اور اس کے مقصد پر کچھ گفتگو نہ فرمائیں۔

دین اسلام اللہ کا نازل کردہ آخری دین ہے اور یہ دین بطور ضابطہ حیات کے اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی اس کے ماتحت رکھیں ”ادخلو فی السلم کسافۃ“ (اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ) اس آیت مبارکہ میں جماعت مومنین سے کہا جا رہا ہے کہ وہ اسلام میں مکمل داخل ہوں یعنی ان کی معاشرت و معیشت ان کی سیاست و تہذیب انکی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس دین کے احکامات کے مطابق بسر ہو اب اس طرح سے مکمل اسلام میں داخل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اسلام کو بطور ضابطہ حیات اور قانون کے نافذ کیا جائے اب اس مقصد کیلئے جو لوگ کھڑے ہوں گے ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ باقاعدہ ایک منظم جماعت کی شکل میں ہوں اور کسی شخص کو اپنا قائد اور امام تسلیم کریں اور اس شخص کی امامت اور قیادت میں اس دین کے غلبے کیلئے کوشش کی جائے اور اس طرح سے اس امام کے ہاتھ

پر بطور معاہدہ کے بیعت کی جائے کہ تمام افراد جماعت اس عظیم مقصد اور اس عظیم مشن کی تکمیل کیلئے ہمہ تن مصروف رہیں گے اور ہر صورت میں اپنے امام کی اطاعت کریں گے۔ اب اگر کسی جماعت کے سامنے یہ نصب العین نہ ہو تو وہ شرعی جماعت نہ ہوگی اور اگر وہ جماعت اس مقصد کو لے کر اٹھی ہے تو وہ شرعی جماعت ہوگی اور اس کی امامت شرعی امامت ہوگی اور اس صورت میں لا محالہ بیعت کو بطور ایک شرعی حکم کے شامل کیا جائے یہ ہے وہ نبوی منہج انقلاب جس پر عمل پیرا ہو کر کوئی جماعت مکمل اسلامی انقلاب برپا کر سکتی ہے جماعت غرباء اہل حدیث اسی مقصد کیلئے وجود میں آئی ہے اور اس جماعت نے ابھی تک کی تمام کاوشیں اس مقصد کیلئے کی ہیں اور اب بھی یہ جماعت اسی مقصد کے حصول کیلئے مصروف عمل ہے لیکن یہ جماعت تب کامیاب ہوگی جب احباب جماعت اسکے دست و بازو بنیں گے اور اپنے تمام وسائل اس کیلئے صرف کر دیں گے۔

مولانا عبدالقہار رحمہ اللہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”تعلیمات قرآن و فرامین رسول یزدانی کا یہی تقاضا و منشاء ہے کیوں کہ اسلام جس قسم کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے وہ بغیر اطاعت کے کما حقہ حاصل نہیں ہو سکتا اور طاقت بغیر نظم و ضبط اور اتحاد کے میسر نہیں آ سکتی ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھئے تنہا ایک انگلی بہت کمزور ہے جب دو انگلیں مل جائیں تو کچھ طاقت بڑھ جاتی ہے اور چاروں انگلیوں کو یکجا کر دیا جائے تو بھاری بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جاتی ہیں اور اگر ان چاروں انگلیوں کے سروں کو جوڑ کر مٹھی کی شکل دی جائے تو اس کو کھولنے سے بعض اوقات طاقتور بھی عاجز ہو جاتا ہے اور جب چاروں انگلیوں کو انگوٹھے کی مدد حاصل ہو جائے تو پھر یہ مکا بن جاتا ہے جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں یہی انفرادی اور اجتماعی زندگی ہے جس کی پشت پناہی کوئی قائد کر رہا ہو (مکمل نماز ص ۲۶-۲۵) یعنی اس جماعت کا مقصد و مطلوب دین کا نظام قائم کرنا ہے اور اسی لیے یہ اجتماعیت اور نظم و ضبط پر زور دیتی ہے تاکہ مکمل نظم و ضبط کے ساتھ دین کا نظام قائم کیا جاسکے۔

ابھی تک کی گفتگو سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوئے۔

- (۱) اسلام کو بطور نظام کے نافذ کیا جائے۔
- (۲) اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل تبدیلی چاہتا ہے۔
- (۳) اس کیلئے منظم جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

(۴) جو جماعت اس مقصد کو لیکر اُٹھے گی وہ اسلامی جماعت ہوگی۔

(۵) اس جماعت کیلئے ضروری ہے کہ ایک شخص کو اپنا امام بنائے۔

(۶) اس طرح سے یہ جماعت اس مشن کی تکمیل کیلئے ہمہ تن مصروف ہو جائے۔

جہاں تک رہی بات اقتدار کی تو جناب محمد ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے موجود ہے آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں لوگوں سے بیعت لی اور یہ بیعت صرف اسلام قبول کرنے کی بیعت نہ تھی بلکہ باقاعدہ ایک قائد کی حیثیت سے بھی آپ نے خود مسلمانوں سے بیعت لی۔ بیعت عقبہ اول و ثانیہ بھی کتب سیر و تاریخ میں محفوظ ہے جس میں آپ ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں سے بیعت لی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ بیعت عقبی اولیٰ ذی الحجہ ۱۲ نبوی جولائی 621ء میں عمل میں آئی۔ (الرحیق المختوم مبارکپوری ص 205 ایڈیشن 1998)

اس بیعت میں بارہ افراد شامل تھے جن میں سے کچھ نے ایک سال قبل اسلام قبول کیا تھا اور بقیہ بھی اسلام قبول کر چکے تھے جبکہ بیعت عقبہ ثانیہ 13 نبوی جون 622ء میں لی گئی اس میں 70 سے زائد مسلمان شامل تھے (دیکھئے الرحیق المختوم ص 210) اس بیعت میں آپ ﷺ نے ان چند باتوں پر بیعت لی تھی۔

(۱) چستی اور سستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔

(۲) تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

(۳) بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

(۴) اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے۔

(۵) اور جب میں تمہارے پاس آ جاؤں گا تو میری مدد کرو گے اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے اور تمہارے لئے جنت ہے (الرحیق المختوم ص 214)

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان میں سے بارہ افراد کو سربراہ منتخب کیا اور بیعت کی ان دفعات پر عمل درآمد کیلئے اپنی قوم کی طرف ان کو بھیجا۔

اس وقت آپ ﷺ مکہ میں انتہائی کمزور تھے اور مظالم سہہ رہے تھے اقتدار اور حکومت تو دور کی بات ہے آپ ﷺ اور صحابہ کرام اپنے دفاع پر بھی قادر نہ تھے لیکن بیعت کا سلسلہ جاری تھا کیوں کہ آپ ﷺ اس معاشرہ میں مکمل اسلام کے نفاذ کیلئے جدوجہد کر رہے تھے اور اپنی جماعت کو منظم کر رہے تھے لہذا معلوم ہوا کہ بغیر اقتدار اور حکومت کے بھی بیعت لی جائے گی۔

یہاں تک تو گفتگو تھی اس بارے میں کہ اسلام کا مقصد کیا ہے وہ اپنے ماننے والوں سے کس بات کا مطالبہ کرتا ہے اور اس مطالبہ کو عملی شکل دینے کا کیا طریقہ ہے اور یہ کہ بیعت بغیر حکومت اور اقتدار کے بھی لی جائے گی۔

اب اس بیعت سے متعلق چند مسائل پیش خدمت ہیں۔

- (۱) بیعت اس وقت بھی لی جائے گی کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ ”ان اعرابیا بايع رسول الله ﷺ على الاسلام“ (صحیح بخاری کتاب الا حکام باب بیعة الاعراب) (یعنی ایک اعرابی آیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی)
- (۲) اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام پر عمل پیرا رہنے کیلئے بھی بیعت لی جائے گی۔

قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من اصحابه بايعوني على ان لا تشرکوا بالله شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف (صحیح بخاری کتاب الایمان) ترجمہ: (ایک گروہ سے جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا فرمایا کہ تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم شرک نہ کرو گے چوری نہ کرو گے زنا نہیں کرو گے اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گے اور کسی پر بہتان نہیں باندھو گے اور کسی بھی معروف میں نافرمانی نہیں کرو گے)

- (۳) ایک بار بیعت کرنے کے بعد دوبارہ بھی بیعت کی جاسکتی۔

(۱) عوف بن مالک الشحجی قال کنا عند رسول الله (۲) تسعة او ثمانية او سبعة فقال

الا تبایعون رسول الله وكننا حديث عهد ببيعة رسول الله فقلنا قد بايعناك يا رسول الله افعال الا تبایعون رسول الله فقلنا قد بايعناك يا رسول الله قال الا تبایعون رسول الله قال فسبطنا ايدينا وقلنا قد بايعناك يا رسول الله فعلام نبا يعك قال ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً والصلوة الخمس ونطيعوا الله ورسوله واسر كلمة خفية ولا تسالوا الناس شيئاً فلقد رأت بعض اولئك النفري سقط سوط احدهم فما سال احداً بنا وله اياه / صحيح مسلم كتاب الزكوة . باب النهي عن المسئلة) عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ ہم نو، آٹھ یا سات آدمی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا تم بیعت نہیں کرتے رسول اللہ سے اور ہم ان دنوں بیعت کر چکے تھے تو ہم نے عرض کی کہ ہم تو آپؐ سے بیعت کر چکے ہیں یا رسول اللہ پھر آپؐ نے فرمایا تم بیعت نہیں کرتے رسول اللہ سے ہم نے عرض کی ہم تو بیعت کر چکے ہیں آپؐ سے، آپؐ نے پھر فرمایا تم بیعت نہیں کرتے رسول اللہ سے پھر ہم نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور عرض کی کہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں اب کسی بات کی بیعت کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور پنجگانہ نماز کی اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو گے اور ایک بات چپکے سے کہی کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگو تو میں نے ان میں سے بعض کو دیکھا کہ ان کا کوڑا اگر پڑتا تھا تو کسی سے سوال نہ کرتے کہ وہ اٹھائے۔

(۴) جنگ جہاد اور جان دینے پر بھی بیعت لی جاسکتی ہے۔

عن عبد الله بن مسلمة حدثنا حاتم عن يزيد بن ابي عبيد قال : قلت لسلمة : على أي شيء بايعتم النبي يوم الحديبية؟ قال : على الموت (بخاری شریف) کتاب الاحکام . باب کیف یبايع الامام الناس / عبد اللہ بن سلمہ کہتے ہیں کہ حاتم نے ہمیں یزید بن ابوعبید سے حدیث بیان کی کہ میں نے سلمہ سے پوچھا تم نے حدیبیہ والے دن کسی بات پر بیعت کی؟ تو انہوں نے کہا موت پر۔ یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد بھی کسی بھی وقت کسی بھی دینی معاملہ پر بیعت کی جاسکتی ہے۔

(۵) ایک سے زائد بار بھی بیعت لی جاسکتی ہے عن سلمة قال : بايعنا النبي تحت

الشجره . فقال لى يا سلمة الاتبايع ء قلت يا رسول الله قد بايعت فى الأول . قال : وفى الثانى (بخارى شريف . باب من بايع مرتين) سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تو آپ ہم نے مجھ سے فرمایا اے سلمہ تم کیوں بیعت نہیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں پہلے والے لوگوں کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں تو آپ نے فرمایا دوسروں کے ساتھ (دوسری مرتبہ) بھی بیعت کر لو۔

(۶) صرف دنیاوی مفاد کے حصول کیلئے بیعت کرنا گناہ ہے۔ عن ابى هريرة قال قال رسول الله ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم ورجل بايع اماما لا يبايع الا لندياه . ان عطاء ما يريد اوفى له . والا لم يف له (بخارى كتاب الاحكام . باب من بايع رجلا لا لندياه) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا ان میں سے ایک وہ شخص جو امام کے ہاتھ پر دنیاوی مفاد کے حصول کیلئے بیعت کرتا ہے اگر اسکو دنیاوی مفاد حاصل ہو جائے تو وہ وفاداری کرتا ہے نہیں تو وہ وفاداری نہیں کرتا۔

(۷) عورتوں سے بھی بیعت لی جائے گی لیکن انکے ہاتھ کو چھوا نہیں جائے گا۔ عن عائشة قالت : كان النبى ، يبايع النساء بالكلام بهذه الآية : لا يشركن بالله شيئا بالله قالت : وما مست يد رسول الله يد امرأة الا امرأة يملكها ، (بخارى ، باب بيعه النساء) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اکرم عورتوں سے (سورۃ الممتحنہ کی آیت) لا يشركن بالله شيئا ۔ پڑھ کر بیعت لیتے تھے اور آپ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا سوائے اپنی بیویوں کے۔ یعنی آپ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو سورۃ ممتحنہ کی آیت پڑھا کرتے اور اس میں جو احکامات دیئے گئے ہیں ان کو بیان کر کے بیعت لیتے تھے لیکن ان کے ہاتھ کو چھوتے نہیں تھے۔

(۸) اگر دو امام بن جائیں اور دونوں بیعت لانا شروع کر دے تو دوسرا واجب القتل ہے کیوں کہ وہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے والا ہے۔ عن ابى سعيد رضى الله عنه قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذایو بویع الخلیفین) حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جب دو خلیفہ سے بیعت کی جائے تو جس سے بعد میں بیعت ہوئی ہو اسکو قتل کر ڈالو۔

(۹) پہلے والے امام کی بیعت پر قائم رہا جائے گا اور اس سے وفاداری کی جائیگی (عن ابی ہریرۃ۔ محدث عن النبیؐ قال کانت بنو اسرائیل لتسوہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وستکون خلفاء فتکثر قالو افما تأمرنا قال فوا بیعة الاول فالاول واعطوہم حقہم فان اللہ سائلہم عن ما استرعاہم / صحیح مسلم باب باب وجوب الرفاء ببيعة الخليفة الاول فالاول) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے نبیؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست اور حکمت انبیاء کرام کیا کرتے تھے جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی انکی جگہ پر آ جاتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ خلیفہ ہوں گے اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارے لیے کیا حکم ہے: آپؐ نے فرمایا جس سے پہلے بیعت کر لو اس کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق ادا کرو اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا جو اس نے ان کو دیا ہے۔ آج ہمارے زمانے میں بہت سی جماعتوں نے بیعت کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سب سے پہلے بیعت کا اور جماعتی زندگی کا باقاعدہ آغاز کس جماعت نے کیا اور پھر اس کے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کی وفاداری کرنی چاہئے۔

(۱۰) بیعت لیتے وقت امیر کہے گا جہاں تک تم سے ہو سکے تو سنو اور اطاعت کرو۔ عن عبد اللہ بن عمر قال کنا اذا باعنا رسول اللہ صلی علیہ علی السمع والطاعة یقول لنا فیما استطعتم ، بخاری کتاب الأحکام : باب کیف بیایع الایام الناس)

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جب ہم اللہ کے رسولؐ سے سمع اور طاعت پر بیعت کرتے تھے تو آپؐ کہتے تھے جہاں تک تم سے ہو سکے۔

(۱۱) امام اگر کسی برائی کا ارتکاب کرے یا اس سے ایسے اعمال سرزد ہو جو نا پسندیدہ ہو تب

بھی بیعت نہیں توڑی جاسکتی۔ سوائے واضح کفر کے ارتکاب کے عن ابن عباس یرویه قال قال رسول اللہ من رای من امیرہ شیاً یکرہہ فلیصبر فانہ من فارق الجماعة شبرا فمات فیمتہ جاہلیۃ / سلم : کتاب الامارت باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كف كل حال عبد الله بن عباس روایت کرتے ہیں رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اپنے امام میں برائی دیکھے جو اسکو ناپسند ہو تو وہ صبر کرے اسلئے کہ جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہو جائے اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(۱۲) امام کی اطاعت واجب ہے لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم دے تو اسکی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

عن ابن عمرؓ عن النبیؐ انه قال علی المرء المسلم السمع والطاعة فيما احب وكره الا ان يؤمر بمعصية فان امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة / کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية و تحريمها في المعصية ، عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا مسلمان ہر سننا اور ماننا واجب ہے خواہ اسکوہ پسند ہو یا نہ ہو۔ مگر جب گناہ کا حکم کیا جائے تو نہ سننا چاہئے۔ نہ ماننا۔

(۱۳) بیعت کے بغیر اگر کوئی شخص مرجائے تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ یعنی ایسا شخص جس نے اسلام قبول ہی نہ کیا ہو۔

عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں، سمعت رسول اللہ يقول من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حمة له و من مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاہلیۃ / مسلم کتاب الامارة. باب. وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال۔ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے جو شخص اپنا ہاتھ نکال لے اطاعت سے وہ قیامت کے دن خدا سے ملے گا اور کوئی دلیل اسکے پاس نہ ہوگی اور جو شخص مرجائے اور کسی سے اس نے بیعت نہ کی ہو تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی یعنی اندازہ لگائیے رسول اکرمؐ اس شخص کی موت کو اسلام پر مانتا ہی نہیں جس نے امام کی بیعت نہ کی ہو بلکہ اس کی موت کو جاہلیت کی موت

سے تشبیہ دی ہے کیوں کہ جاہلیت کی خرابیوں میں سے سرفہرست خرابی افتراق کی تھی اس زمانہ میں اجتماعیت کا وہ تصور نہیں تھا جو اسلام نے آ کر یعنی باقاعدہ منظم جماعت اور اسکا امیر اور اس کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت یہ تمام چیزیں زمانہ جاہلیت میں مفقود تھی اسی لیے حضور اکرم نے ایسی موت کو جاہلیت کی موت سے تشبیہ دی ہے اور کتنی مکمل تشبیہ ہے۔

(۱۴) امام میں اگر کوئی جسمانی نقص ہو تب بھی اس کی بیعت کی جائے گی اور اطاعت کی جائے گی۔

عن ابی ذر قال خلبیلی اوصانی ان اسمع و اطیع وان کان عبد امجدع الا طراف (کتاب الامارۃ باب وجوب طاعة الاسراء فی غیر معصیۃ ، و تحریمها فی السمعیۃ) ابوذر سے روایت ہے میرے دوست جناب رسولؐ نے مجھے وصیت کی سننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ ایک غلام ہاتھ پاؤں کٹا حاکم ہو۔

میں نے یہ چند مسائل بیان کئے ہیں جو بیعت سے متعلق ہیں ورنہ کتب احادیث و فقہ میں اور بھی بے شمار مسائل ہیں۔ اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے انہی مسائل پر اکتفا کیا ہے۔ ہماری بد قسمتی کہ ہمارے علماء کرام اور واعظان عظام اور وارثان منبر و محراب باقی تمام مسائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن مسئلہ امارت اور مسائل بیعت کبھی بیان نہیں کرتے۔ معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

مسئلہ بیعت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احکام شریعہ کی پابندی پر کئی مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لی ہے۔ اس کے ثبوت میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ہمارے بعض کرم فرما بیعت کو جہاد کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور جہاد کے سوا وہ کسی بیعت کے قائل نہیں، حالانکہ بیعت بالجہاد کے علاوہ دیگر بیعت کے کئی انواع ہیں۔ حضرات محدثین اپنی تصنیفات میں تفصیل اور اس کے کئی ابواب منعقد فرما کر حدیثیں لائے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں بغور ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نیک توفیق نافع فہم عطا فرمائے۔ آمین

دراصل جہاد کا معنی غلط سمجھ کر۔ جہاد کو مقید بالسیف کیا ہے حالانکہ جہاد کے معنی جہاد بالسیف کے علاوہ بھی آتے ہیں۔ سنئے! حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةً حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (بادشاہ ظالم سے حق بات کہنا افضل جہاد ہے) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۲ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی)
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔

وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ، فِي طَاعَةِ اللَّهِ كَالْمُجَاهِدِ هُوَ جَوَّالِدُ اللَّهِ فِي طَاعَتِهِ
اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵ کتاب الایمان فصل ثانی)

ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے لیے اجازت چاہی۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا، کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس سے فرمایا:

فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ. پس اُن کی خدمت کر یہ جہاد ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۱ کتاب الجہاد
فصل اول)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس عرصہ میں
آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کا ارشاد عالی ہے۔
وَالْجِهَادُ مَا ضَمَّ مَذْبَعَتِي اللَّهِ إِلَى أَنْ يُقَاتَلَ أَخِرُهُذِهِ الْأَمَّةُ الدَّجَالُ لَا يُبْطَلُهُ
جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ الْخ

جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معبود فرمایا ہے اسی وقت سے جہاد جاری ہے اور ہمیشہ جاری
رہیگا کوئی ظالم یا عادل بادشاہ اپنے ظلم یا عدل سے اس کو بند نہیں کر سکا۔
یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام آکر دجال کو قتل کریں گے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ باب الکبائر وعلامت النفاق فصل ثانی)
پروردگار عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے۔
فَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۝ (پ ۱۹۔ الفرقان)
پس آپ کافروں کا کہنا مت مانئے اور اُن کے ساتھ بڑا جہاد کیجئے۔

پس کتاب و سنت سے بات تحقیق معلوم ہوا کہ تلوار کا جہاد تو مقید بوقت ہے، لیکن جو جہاد ہمیشہ
جاری ہے وہ کلمہ حق کا اظہار اور احکام شرعیہ کی تبلیغ اور خدمت خلق ہے۔ نیز لوگوں سے قرآن
حدیث کے ساتھ مکالمہ و مباحثہ رکھنا، قرآن حدیث میں جو اوامر اور نواہی ہیں وہ لوگوں کو بے
دھڑک ہو کر سنانا، آیات حج اور دلائل ان پر قائم کرنا یہ جہاد کبیر ہے۔ فقط

وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

(۱) پابندی نماز کے لیے بیعت:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى أَقَامِ الصَّلَاةَ (صحیح بخاری طبع جلد اول صفحہ ۶۹-۷۰) کہ میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر نماز کی پابندی کے لیے بیعت کی۔

(۲) ادائیگی زکوٰۃ کے لئے بیعت:

صحابی موصوف بیان کرتے ہیں - بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ
میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک پر زکوٰۃ کے ادا کرنے پر بیعت کی -
(صحیح بخاری طبع مصر جلد اول صفحہ ۴۴ باب البیعة علی ایطاء الزکوٰۃ)

(۳) سمع و طاعت پر بیعت:

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں بايعنا رسول صلى الله عليه وسلم
عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ
ہم صحابہؓ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم آسانی و تنگی خوشی و ناخوشی
کی حالت میں بھی آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ (سنن نسائی مجتہائی
جلد دوم صفحہ ۱۷۹) (باب البیعة علی السمع والطاعة صحیح بخاری
مصری جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ باب کیف یبایع الامام الناس صحیح مسلم اصح
المطابع جلد دوم صفحہ ۱۲۵ باب وجوب طاعة الامراء سنن ابی داؤد جلد
۳ صفحہ ۹۴ باب مَا جَاءَ فِي الْبَيْعَةِ جَامِع ترمذی مجتہائی جلد اول صفحہ
۱۹۲ باب مَا جَاءَ فِي بَيْعَةِ النَّبِيِّ سنن ابن ماجہ نظامی صفحہ ۲۱۱ باب الْبَيْعَةِ)

(۴) اہل امر سے عدم منازعت پر بیعت:

صحابی مذکور کا بیان ہے بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا نُنَازِعَ أَمْرَ أَهْلِهِ.
ہم صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اس امر کی بیعت کی کہ جو شخص
جس کام کا اہل ہوگا۔ ہم اس کو اس سے نہیں ہٹائیں گے۔ (نسائی باب البیعة ان لا ننازع
الامراء ہلہ صحیح بخاری صحیح مسلم ابن ماجہ)

(۵) قول عدل پر بیعت:

صحابی ممدوح بیان کرتے ہیں بايعنا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ
نَقُولَ بِالْعَدْلِ إِنْ كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَا ئِم.

ہم صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم کسی کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہر جگہ انصاف کے ساتھ بات کریں گے۔ (نسائی صفحہ ۸۰ | بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْقَوْلِ بِالْعَدْلِ)

(۶) قول حق پر بیعت:

صحابہ موصوف فرماتے ہیں۔ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُ كُنَّا.

ہم صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اس امر کی بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق کہیں گے۔ (نسائی باب البيعة على القول الحق صحيح بخاری مسلم و ابن ماجہ)

(۷) ایثار پر بیعت:

مذکورہ صحابی فرماتے ہیں۔ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى اثْرَةٍ عَلَيْنَا۔ ہم صحابہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم پر کسی شخص کو کسی امر میں فوقیت دی جائے گی تو صبر کریں گے۔ (سنن نسائی باب البيعة على الاثرة سنن ابن ماجہ و صحيح مسلم)

(۸) خیر خواہی پر بیعت:

حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (نسائی شریف باب البيعة على النصح لكل مسلم صحيح بخاری)

(۹) عدم فرار پر بیعت:

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ إِنَّمَا بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نَفِرَ۔ ہم صحابہ نے

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ہم (دشمن سے مقابلے کے وقت) نہیں بھاگیں گے۔ نسائی باب البیعة علی ان لا نفر جامع ترمذی۔

(۱۰) موت پر بیعت:

یزید بن عبیدؓ کہتے ہیں میں نے حضرت سلمہؓ بن اکوع سے دریافت کیا کہ تم صحابہ نے حدیبیہ کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کس امر کے بارے میں بیعت کی تو آپ نے فرمایا۔ علی الموت۔ موت پر یعنی شہید ہو جائیں گے لیکن میدان جنگ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔

(۱۱) جہاد پر بیعت:

حضرت یعلیٰ بن امیہؓ فرماتے ہیں فتح مکہ مکرمہ کے دن میں اپنے والد ماجد کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور عرض کیا حضور! میرے باپ سے ہجرت پر بیعت لیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَبَا یُعْه عَلٰی الْجِهَادِ وَقَدْ اَنْقَطَعَتِ الْهَجْرَةُ

(۱۲) ہجرت پر بیعت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں۔ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اَبَا یُعْکَ عَلٰی الْهَجْرَةِ۔ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت علی الہجرت کرتا ہوں۔

(۱۳) خوشی اور ناخوشی پر بیعت:

حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

اَبَا یُعْکَ عَلٰی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِیْمَا اَحْبَبْتُ وَفِیْمَا کَرِهْتُ۔

میں آپ سے اس امر پر بیعت کرتا ہوں کہ جی چاہے یا نہ چاہے میں ہر حال میں آپؐ کے ارشاد کو تسلیم کروں گا اور اس کو عملی جامہ پہناؤں گا۔

(۱۴) فراقِ مشرک پر بیعت:

صحابی موصوف فرماتے ہیں۔

بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فِرَاقِ الْمُشْرِكِ۔

میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ مشرک شخص کے ساتھ گھلا ملا نہیں رہوگا۔ (تعلق نہ رکھوں گا) (نسائی شریف باب البیعة علی فراق المشرک)

(۱۵) نوحہ نہ کرنے پر بیعت:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اخذ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْعَةَ عَلَى أَنْ لَا نُنُوحَ.

ہم صحابیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی بیعت لی کہ ہم کسی میت پر نوحہ (بین) نہ کریں گے۔

(۱۶) اسلام پر بیعت:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ.

بیشک ایک دیہاتی شخص نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اسلام لانے پر

بیعت کی۔ (صحیح بخاری باب بیعة الاعراب)

(۱۷) عدم سوال پر بیعت:

حضرت عوف بن مالک انجمی بیان کرتے ہیں۔

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ تِسْعَةً فَقَالَ لَا تَبَايَعُوا

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَدْ

بَايَعْنَاكَ فَعَلِمَ مَا نَبَا يُعْكَ قَالَ إِنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَتَقِيمُوا

الصَّلَاةُ الْخُمْسُ وَتَسْمَعُوا وَتَطِيعُوا وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أَوْلَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ، فَلَا يَسْأَلُ أَيَّاهُ.

ہم ۷۵-۸۱ یا ۸۱-۸۲ صحابہ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ہم کو ارشاد فرمایا کیا تم (میرے) ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے؟

ہم نے بیعت کرنے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے ایک شخص نے عرض کیا حضور ہم تو پہلے آپ کی بیعت کر چکے ہیں اب کس بات پر بیعت کریں؟ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ اس بات پر بیعت کرو کہ ہمیشہ خدا کی عبادت کرنی ہوگی۔ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا۔ بیچ وقت نماز کی پابندی کرنی ہوگی امام کی بات کو تسلیم کرنا اور اس کی اطاعت کرنی ہوگی اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرنا ہوگا۔

روای کہتے ہیں میں نے بعض ان صحابہؓ کو دیکھا ان کا کوڑا چابک گر جاتا تھا تو سواری سے اتر کر اس کو اٹھاتے تھے اور کسی شخص کو پکڑوانے کی تکلیف نہیں دیتے تھے۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۲۱ باب البیعة)

(۱۸) استطاعت پر بیعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔

كُنَّا نُبَايِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ثُمَّ يَقُولُ فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ.

ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع و طاعت پر بیعت کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے جس کام میں تم استطاعت رکھتے ہو اس کے سماع اور اطاعت پر بیعت کرو۔

نسائی شریف باب البیعة فیما یستطیع الانسان

(۱۹) کتاب وسنت پر بیعت:

حضرت عبداللہ بن عمر عبدالملک بن مروان شاہ شام و مصر وغیرہ کو لکھتے ہیں۔

بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ الْمَلِكِ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ

فِيَمَا اسْتَطَعْتُ وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقْرَبُ بِمَثَلِ ذَالِكَ میں اور میرے بچے حسب استطاعت اللہ و سنت رسول اللہ کی پیروی میں امیر المومنین عبد الملک کی بیعت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری شریف پارہ ۲۹ باب کیف یبالج الامام الناس)

(۲۰) اجتناب شرک پر بیعت

(۲۱) بدکاری سے پرہیز پر بیعت

(۲۲) اولاد کے عدم قتل پر بیعت

(۲۳) چوری نہ کرنے پر بیعت

(۲۴) تہمت نہ لگانے پر بیعت

(۲۵) معروف امام کی نافرمانی سے بچنے پر بیعت

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم صحابہ نبی علیہ السلام کی ایک مجلس میں حاضر تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ارشاد فرمایا:

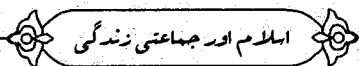
بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا
أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبَهْتَانٍ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ.

میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرنا ہوگا
چوری اور بدکاری سے بچنا ہوگا اولاد کو قتل نہیں کرنا ہوگا۔ کسی شخص پر بہتان نہیں باندھنا ہوگا۔ اچھے
کاموں میں امام کی نافرمانی نہیں کرنی ہوگی۔

صحیح بخاری پ ۲۹ بیعة النساء نسائی شریف جلد نمبر ۲ باب بیعة

علیٰ فراق المشرک دارمی باب فی بیعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ
صفحہ ۱۳ کتاب الایمان الفصل الاول.

ہم نے اختصار کے پیش نظر بیعت کی ۲۵ قسمیں مع دلائل حدیثیہ ہدیہ ناظرین کی ہیں۔
کتب احادیث میں تلاش کرنے سے اور قسمیں بھی انشاء اللہ ملیں گی۔ مطلب خلاصہ یہ کہ



جہاد کے علاوہ دیگر امور شریعہ کی پابندی پر بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی ہے جیسا کہ آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث ملاحظہ کرنے کے بعد ہر مسلمان کو چاہئے کہ مسئلہ بیعت پر عمل کرے اور آج ہی جماعت غرباء اہل حدیث میں شمولیت اختیار کر کے امیر جماعت کے ہاتھ پر بیعت کرے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت غرباء اہل حدیث ایک صدی سے مسئلہ بیعت پر عمل پیرا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا اللَّهَ وَاتَّبِعُوا رَسُولَهُ

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے

اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان امور پر بیعت لی:
شُرک سے بچنے پر، بدکاری سے پرہیز پر، اولاد کے قتل نہ کرنے پر،
تہمت نہ لگانے پر، امام کی نافرمانی سے بچنے پر (بخاری)

فصل رابع

اطاعت و سماعت

التزام جماعت کی اہمیت اور اس کی شرط امارت اور قیام امارت کے طریقہ بیعت پر گفتگو کی ہو چکی ہے اب اس فصل میں امارت کی شرط پر بات کی جائے گی۔

امارت کی شرط:

واضح ہو کہ امارت کی شرط اطاعت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”انہ لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا اماراة الا بطاعة“ (داری) کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت نہیں اور اطاعت کے بغیر امارت نہیں اس حدیث کے آخری جملے ”ولا اماراة الا بطاعة“ (اطاعت کے بغیر امارت نہیں) سے واضح ہوتا ہے کہ اطاعت امارت کیلئے شرط ہے کیونکہ شرط کی تعریف کی گئی ہے کہ ”مالا يتم الواجب الا به فهو واجب“ (کہ جس کے بغیر واجب پر عمل نہ ہو وہ واجب ہے) کیونکہ اطاعت کے بغیر امارت پر عمل نہیں ہو سکتا اس لیے اطاعت امارت کی شرط ہے۔

اللہ و رسول کی اطاعت:

لیکن اطاعت کے ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ قرآن و سنت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا تقاضہ کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے ”ومن يطع الله و الرسول فاولئك انعم الله عليهم“ (نساء ۶۹) (اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوگا) اسی طرح فرمایا ”ومن يطع الله و رسوله يدخله جنات تجري من تحتها الانهار“ (نساء ۱۳) (جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے بہتی نہروں

والی جنتوں میں داخل کرے گا) اور فرمایا ”ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما“ (احزاب: ۱۷) (جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی پائے گا۔)
 اور فرمایا: ”ويطيعون الله ورسوله اولئك سیر حمهم الله“ (توبہ: ۱) ترجمہ: اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں پر اللہ رحم فرمائے گا۔
 اسی طرح فرمایا ”يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول“ (نساء: ۵۹) ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو)
 ان آیتوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت گزاروں کو کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے۔

اصل اطاعت:

مگر یہاں پر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اطاعت دراصل صرف ایک اللہ کے احکامات کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بھی سخت انداز میں اپنے احکامات بلا امتزاج و اختلاط پہنچانے کا حکم فرمایا تھا کہ ”ولو تقول علينا بعض الاقاويل ○ لا خذنا منه باليمين ○ ثم لقطعنا منه الوتين ○ فما منكم من احد عنه حاجزين ○“ (اور اگر وہ کوئی بات خود گھڑ کر ہمارے ذمہ لگا دیتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، تو تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا) اس آیت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اپنے احکامات و فرامین کی بلا امتزاج و اختلاط محفوظ منتقلی کیلئے کس قدر سختی کے ساتھ تاکید فرمائی ہے۔ یاد رہے! کہ اللہ کے احکامات و فرامین جو ہم تک پہنچے ہیں وہ دو قسموں پر مشتمل ہیں ایک قسم وحی جلی یعنی قرآن مجید اور دوسری قسم وحی خفی یعنی احادیث مبارکہ ہیں لیکن درحقیقت دونوں قسمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات و فرامین کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى“ (سورہ النجم آیت ۳ تا ۴) ترجمہ (وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جو کہتے ہیں وحی ہوتی ہے ان پر نازل کردہ) کیلانی صاحب لکھتے ہیں یا وحی جلی ہوتی ہے یا وحی خفی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی (ابوداؤد

بحوالہ تیسیر القرآن ص ۵۳) اس اعتبار سے درحقیقت اصل اطاعت اللہ کے احکامات و فرامین کی ہوتی ہے۔

مطلوب اطاعت:

لیکن اللہ کے احکامات و فرامین کی اطاعت ہو سکتی ہے اس نمائندے کی اطاعت کے ذریعے جو بنفس نفیس مسلمانوں کے درمیان موجود ہو اس لیے اس نمائندے کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت اور نمائندے کی نافرمانی اللہ ہی کی نافرمانی شمار ہوگی۔

کیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے نبی کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے اس کے علاوہ اللہ کے اوامر و نواہی معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے (جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی) (النساء: ۸۰) (تیسر القرآن صفحہ نمبر ۹۸)

اس تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ اطاعت تو اللہ کے اوامر و نواہی کی ہوتی ہے لیکن اللہ کے اوامر و نواہی معلوم کرنے کا ذریعہ بحیثیت نمائندہ رسول ہی ہوتا ہے اس لیے نمائندے یعنی رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت گردانا گیا ہے اور چونکہ نبوت کا تاج آپ کے سر پر سجایا گیا تھا اس لیے آپ ﷺ کی اطاعت غیر مشروط ہے لیکن یاد رہے بحیثیت نمائندہ آپ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی نافرمانی کو اللہ کی نافرمانی گردانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ”ومن يطع الرسول فقد اطاع الله ومن تولى فما ارسلناك عليهم حفيظاً“ (نساء: ۸۰)

ترجمہ: (جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اگر کوئی رسول کی اطاعت سے روگردانی کرتا ہے تو ہم نے آپ کو ان پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا) یہی بات احادیث سے بھی ثابت ہے کہ ایک مرتبہ فرشتے رسول اللہ ﷺ کے خواب میں آئے اور انہوں نے کہا ”

فمن اطاع محمد افقد اطاع الله ومن عصى محمد افقد عصى الله و محمد فرق بين الناس“ (بخاری عن جابرؓ) کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان حد فاصل ہے)

اسی طرح فرمایا ”کل امتی يدخلون الجنة الا من ابى اقبل ومن ابى ارسول الله قال من اطاعتى دخل الجنة ومن عصانى فقد ابى“ (بخاری عن ابی ہریرہؓ) (میری پوری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جو (جنت میں جانے سے) انکار کر دے) پوچھا گیا (جنت میں جانے سے) انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا)

مذکورہ دلائل سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

- (۱) رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت اور رسول کی نافرمانی ہی اللہ کی نافرمانی ہے۔
- (۲) رسول کی اطاعت ہی کامیابی کی ضامن اور دخول جنت کا ذریعہ اور رسول کی نافرمانی ناکامی کا باعث اور جنت سے محرومی کا سبب ہے، اس کی وجہ وہی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور نمائندے کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور نمائندے کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی شمار ہوتی ہے اسی طرح نمائندے کی اطاعت ہی کامیابی کی ضامن اور نمائندے کی نافرمانی ہی ناکامی کا سبب ہوتی ہے۔

نمائندے کی اہمیت برائے اطاعت:

گویا اصل اطاعت تو اللہ کے احکامات و فرامین کی ہوتی ہے لیکن مطلوب اطاعت اس نمائندے کی ہوتی ہے جو بنفس نفیس مسلمانوں کے درمیان موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے اپنی حیات میں بھی ان مقامات اور ان علاقوں کیلئے مختلف نمائندے مقرر فرمائے جہاں آپ ﷺ بنفس نفیس موجود نہیں ہو سکتے تھے اور ان کی اطاعت ہی لازم و مطلوب قرار پائی مثلاً

یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیجے ہوئے فرمایا:

”قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل حين بعثه الى اليمن فقال ستأتي قوما من اهل الكتاب فاذا جئتهم فادعهم الى ان يشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله فان هم اطاعوا الك بذلك فاخبرهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة فان هم اطاعوا الك بذلك ان الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيا ثهم فترد على فقراء هم فان هم اطاعوا الك بذلك فايالك و كرائم اموالهم و اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه و بين الله حجاب (بخاری عن عبد الله بن عباسؓ)

ترجمہ: (رسول ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب کے ہاں بھیجے جا رہے ہو جب تم ان کے پاس پہنچو تو انہیں شہادتین کی دعوت دینا اور اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کو پانچ وقت کی فرض نمازوں کے بارے میں بتلاؤ کہ اللہ نے یہ دن رات میں ان پر فرض کی ہیں اور اگر وہ اسمیں تمہاری اطاعت کریں تو ان کو بتاؤ کہ ان پر زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ نے فرض کی ہے جو کہ امیروں سے لے کر غریبوں کو دی جائے گی اور اگر وہ اسمیں تمہاری اطاعت کریں تو تم انکے اچھے مالوں سے احتراز برتو اور مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے)

اس حدیث کے دو جملے غور طلب ہیں (۱) ”فان هم اطاعوا الك بذلك“ (۲) ”فاخبرهم ان الله قد فرض عليهم“ یعنی فرائض و احکامات اللہ کے ہیں اور اطاعت تیری ہے یعنی معاذ کی۔ گویا شریعت میں اطاعت مطلوب ہے اس نمائندے کی جو بنفس نفیس مسلمانوں کے درمیان موجود ہو۔ اسی طرح کا حکم اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ”بعث رسول الله سرية و استعمل عليهم رجلا من الا نصار و امرهم ان يسمعو له و يطعوه“ (مسلم کتاب الامارات)

ترجمہ: (رسول اللہ نے ایک لشکر بھیجا اس پر ایک انصاری کو امیر مقرر کیا اور لوگوں کو اس کا حکم سننے اور کی اطاعت کرنے کا حکم دیا)

اس اطاعت کی اہمیت کا اندازہ غزوہ احد کے درد انگیز واقعے سے بھی لگایا جاسکتا ہے آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ پہاڑی پر مقرر فرمایا اور عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بحیثیت نمائندہ انکار امیر مقرر فرمایا جب مسلمانوں نے کفار کو شکست فاش دی تو انہوں نے امیر کے منع کرنے کے باوجود اپنی جگہ چھوڑ دی نتیجہ یہ نکلا کہ ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہو گئے۔ اس سے نمائندے کی اطاعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی نافرمانی پر اللہ کی طرف سے اس قوم کو سزا کس طرح دی جاتی ہے گویا اطاعت مطلوب اس نمائندے کی ہے جو مسلمانوں میں بنفس نفیس موجود ہو لیکن یہ یاد رہے کہ اسلامی قانون کا ماخذ کتاب و سنت ہونے کے ناطے سے اس کی اطاعت اللہ اور رسول کے احکامات و فرامین سے مشروط ہے اور یہی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت کہلائے گی۔

تاکیدی حکم اطاعت برائے نمائندہ:

اب تا قیام قیامت اللہ اور رسول کی اطاعت کا ایک ہی طریقہ ہے وہ ہے اس نمائندے کی اطاعت جو خود مسلمانوں میں موجود ہو اور وہ نمائندہ بذریعہ بیعت وجود پذیر ہوتا ہے (تفصیل فصل ثالث) اور اسے امام یا امیر کہا جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے تاکیدی حکم ارشاد فرماتے ہوئے اس مفہوم کو واضح کیا ہے کہ ”من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی“ (صحیحین) (کہ جس نے میری اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو امیر کی اطاعت کرے گا گویا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا گویا اس نے میری نافرمانی کی)

اس حدیث نے سابقہ تمام باتوں کو واضح کر دیا ہے کہ

(۱) اصل اطاعت اللہ کے احکامات و فرامین کی ہوتی ہے لیکن مطلوب اطاعت اس

نمائندے کی ہوتی ہے جو بنفس نفیس مسلمانوں کے درمیان موجود ہو اور وہ نبی کی موجودگی میں نبی ہی ہوتا ہے اس لیے اس کی اطاعت مطلوب ہوتی ہے فرمایا ”من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ“ (کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی)

(۲) اور نبی کی موجودگی میں ان علاقوں مقامات کیلئے جہاں نبی خود موجود نہیں ہو سکتے ہوں اور ان ایام و اوقات کیلئے جب نبی موجود ہی نہ ہو تو اُس نمائندے کی جسے امارت کے ذریعے منتخب کیا گیا ہو یعنی امام کی اطاعت مطلوب ہوتی ہے اس لئے فعل مستقبل کے ساتھ فرمایا ”ومن یطع الامیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی“ (کہ جو امیر کی اطاعت کرے گا گویا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا گویا اس نے میری نافرمانی کی) گویا ہر دور اور ہر زمانہ میں قیام امارت بذریعہ بیعت مطلوب ہے اور بذریعہ بیعت وجود پذیر ہونے والے امام کی اطاعت مطلوب ہے اور چونکہ اب اسلامی قانون کا ماخذ کتاب و سنت ہے اس لیے اس امام کی مشروط اطاعت ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی ہی اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی شمار ہوگی۔

امام کی اطاعت کے اسی حکم کو مزید تاکید دیتے ہوئے فرمایا ”انما امرکم بخمس اللہ امرنی بہن بالجماعة و السمع و الطاعة والهجرة و الجهاد فی سبیل اللہ“ (ترمذی)

(میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا میرے اللہ نے حکم دیا ہے)

(۱) التزام جماعت (۲) سمع (۳) اطاعت (۴) ہجرت (۵) جہاد فی سبیل اللہ

اس حدیث نے ان پانچ چیزوں کا کس قدر تاکید کیا ہے اندازہ کرنے کیلئے فصل اول میں دیکھئے جس میں پہلی چیز یعنی التزام جماعت پر گفتگو کی جا چکی ہے اور جہاں تک باقی چار چیزوں کا تعلق ہے وہ یا تو التزام جماعت کیلئے لازم یا پھر اس کے ماتحت کی چیزیں ہیں۔ یعنی اصل چیز کہ جس کی اہمیت ہے وہ ہے التزام جماعت لیکن التزام جماعت کی شرط امارت (تفصیل کیلئے

فصل ثانی) اور امارت کی شرط سماعت و اطاعت ہے۔ اور اسی طرح اصل چیز جس کی اہمیت ہے وہ التزام جماعت اس کی شرط امارت ہے اور ہجرت و جہاد اس کے ماتحت کی چیزیں ہیں۔

سماعت و اطاعت:

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے کہ سماعت و اطاعت امارت کی شرط ہے (مذکورہ فصل کا مقصود ہے) لیکن جہاں تک سمع و اطاعت کا باہمی تعلق ہے۔ بظاہر دو چیزیں ہیں مگر حقیقتاً دونوں چیزیں حیثیت میں لازم و ملزوم ہیں کہ قرآن مجید نے ان دونوں کو یکجا بیان کر کے اس نکتے کو واضح کیا ہے کہ ”واذکر وانعمة الله عليكم و ميثاقه الذی و ائقکم به اذ قلتم سمعنا و اطعنا“ (ماندہ ۷)

ترجمہ: (اور اللہ کی نعمت اور اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا ہے جب تم نے کہا سن لیا ہم نے اور اطاعت کی)

اسی طرح فرمایا: ”قالو اسمعنا و اطعنا“ (البقرہ ۲۸) (انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی)

اسی طرح فرمایا ”فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا و اطيعوا“ (التغابن ۱۶) (اور جتنا ہو سکے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سنو اور اطاعت کرو)

ان آیتوں میں ایک تو سماعت و اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری چیز اصحاب رسول کی روش بیان کی گئی ہے کہ ان کی روش زندگی سماعت و اطاعت کے عمل سے معمور تھی۔ ان آیتوں سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ سماعت و اطاعت کچھ اس طرح لازم و ملزوم ہیں کہ جس طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ کہ تبلیغ و اشاعت دین اور کردار و اخلاق کی اصلاح کیلئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر لازم و ملزوم ہیں اسی طرح قیام و دوام امارت اور کامیاب جماعتی زندگی کیلئے سماعت و اطاعت لازم و ملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو امارت کیلئے شرط گردانا گیا ہے۔

ہجرت و جہاد:

اور جہاں تک ہجرت و جہاد کی بات ہے یہ امارت کی ماتحت کی چیزیں ہیں (تفصیل فصل

ثانی میں) لیکن یہاں پر یہ واضح ہو کہ یہ دونوں چیزیں اپنی حیثیت میں ایک ہی حقیقت کے دورخ ہیں کہ جس طرح لا الہ الا اللہ کہ لا الہ کے ذریعہ تمام معبودوں کی نفی کی جاتی ہے اور الا اللہ کے ذریعے صرف ایک اللہ کی الوہیت کا اقرار کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں دونوں ایک ہی حقیقت کے دورخ ہیں کہ ایک اللہ کی الوہیت کا ثبوت ممکن نہیں ہوتا جب تک تمام معبودوں کی نفی نہ کی جائے پھر ایک اللہ کی الوہیت کا اقرار نہ کیا جائے اور یہی مقصد تخلیق انسانی ہے کہ ”وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ (کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں) اس طرح ہجرت و جہاد بھی ایک حقیقت کے دورخ، امارت کے ماتحت کی چیزیں اور مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔

ہجرت:

ہجرت سے مفہوم ہے قیام دین کیلئے اگر ضرورت پیش آجائے تو گھر یا وطن جائیداد ہر شئی ترک کر کے کسی خاص مقام پر جمع ہونا تاکہ مقصد تخلیق انسانی کی تعبیر ممکن ہو سکے۔

جہاد:

جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ قیام دین کیلئے ضرورت پیش آجائے کہ کفر کی طاقتوں سے برسر پیکار ہوں تو اس کیلئے میدانِ مقاتل میں جمع ہو جانا۔ گویا مقصد تخلیق انسانی کی تعبیر کیلئے کلمہ شہادت ایک ہی حقیقت کے دورخ ہیں اور حصول مقصد کیلئے دونوں کا اقرار لازم و ملزوم ہے۔ اسی طرح مقصد تخلیق کائنات کی تکمیل کیلئے ہجرت و جہاد ایک ہی مشن کے دورخ ہیں اور حصول مقصد کیلئے دونوں کی تعمیل لازم ہے لیکن یاد رہے کہ ان کی تعمیل ممکن نہیں جب تک ایک منظم و متحد جماعت کا وجود نہ ہو اور منظم متحد جماعت کیلئے امارت شرط ہے اور ہجرت و جہاد امارت کے ماتحت کی چیزیں ہیں گویا سماعت و اطاعت کا تعلق آپس میں لازم و ملزوم کا ہے اور امارت اس کی شرط ہے اور جہاد و ہجرت ایک ہی حقیقت کے دورخ ہیں اور امارت کے ماتحت کی چیزیں ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ترتیب اس طرح بیان کی گئی ہے۔

(۱) الجماعة (۲) السمع (۳) الطاعة (۴) الهجرة (۵) الجهاد فی سبیل اللہ
یہ تھی گفتگو سماعت و اطاعت اور ہجرت و جہاد کی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اور وابستگی کی۔

اطاعت ہر حال میں مطلوب ہے:

لیکن جہاں تک قتال کی بات ہے مذکورہ بالا حدیث جس میں رسول ﷺ نے امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا تھا اس حدیث کا اگلا حصہ اس طرح ہے:

”انما الامام جنة يقاتل من ورائه و يتقى به“ (یقیناً امام ڈھال ہے اس کے پیچھے رہ کر قتال کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے بچا جاتا ہے) (اس جملے پر گفتگو فصل ثانی میں کی جا چکی ہے) یہاں پر اتنا ذہن نشین رہے کہ قتال امارت کے ماتحت کی چیز ہے۔ اور جہاں تک سماعت و اطاعت کی بات ہے اس سے اگلا جملہ قابل غور ہے کہ فرمایا ”فان امر بتقوى الله و عدل به فان له بذلك اجر و ان قال بغيره فان عليه منه“ (صحیحین) (اگر امام تقوی کا حکم کرے اور انصاف کرے تو اجر پائے گا اور اگر ایسا نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا) گویا امام کی اطاعت کی یہ اہمیت ہے کہ اگر وہ انصاف نہ بھی کرے اطاعت کرنی ہے روگردانی کی کوئی گنجائش نہیں اسی مطلوب کو حضور ﷺ نے جا بجا بیان فرمایا ہے ایک حدیث میں فرمایا ”من رأى من امير ه شيئا يكرهه فليصبر فانه ليس احد يفارق الجماعة شبرا فيموت الام مات ميتة جاهلية“ (صحیحین)

ترجمہ: (جو کوئی اپنے امیر (امام) میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر علیحدہ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام کے ناپسندیدہ معاملات پر دامن صبر کو تھامے رکھنا چاہئے دوسری صورت میں اس کی زندگی جماعت سے علیحدگی کی زندگی سمجھی جائے گی اور اسکی پاداش میں جاہلیت کی موت کا سامنا ہوگا اسی طرح فرمایا ”السمع و الطاعة على المرء المسلم فيما احب و كره مالم يؤمر بمعصية و اذا امر بالمعصية فلا سمع ولا طاعة“

ترجمہ: (پسند و ناپسند ہر حال میں سماعت و اطاعت لازم ہے جب تک معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور اگر وہ معصیت کا حکم دے تو نہ سماعت ہے اور نہ اطاعت)

اس حدیث نے اس مسئلہ کو بھی واضح کر دیا کہ اصل اطاعت تو اللہ کی ہی ہوتی ہے کہ اگر امام معصیت کا حکم دے تو اس کی نہ مانے۔ لیکن مطلوب سماعت و اطاعت امام کی ہے اس لئے فرمایا پسند و ناپسند ہر حال میں سماعت و اطاعت لازم ہے۔ ایک اور حدیث نے اس مسئلہ کو مزید واضح کر دیا ہے۔ عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ”بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکره و علی أثره علینا و علی ان لا ننازع الا مر اهلہ و علی ان نقول بالحق ایما کنا و لا نخاف فی اللہ لومة لائم و فی روایة علی ان لا ننازع الا مر اهلہ الا ان تروا کفراً ابو احأ عند کم من اللہ فیہ برهان (صحیحین)“

ترجمہ: (کہ ہم نے ان امور پر بیعت کی (۱) تنگی و خوشحالی پسند و ناپسند پر۔ دوسروں کو ترجیح دیئے جانے کے باوجود سماعت و اطاعت کا (۲) معاملات میں امامت سے نہ جھگڑے کا (۳) جہاں تک بھی ہو کسی ملامت سے ڈرے بغیر حق گوئی کا (۳) دوسری روایت میں ہے کہ جب تک ایسا واضح کفر نہ دیکھ لو جس کی تمہارے پاس دلیل ہو امام سے نہ جھگڑنے کی)

اس حدیث نے اطاعت و سماعت کو یہ اہمیت دی ہے کہ جب تک امام میں واضح کفر وہ بھی ایسا کہ جس کے کفر ہونے کی واضح دلیل ہو نہ دیکھو اس وقت تک امام سے اختلاف کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ گویا ہر حالت میں سماعت و اطاعت امام مطلوب ہے کیونکہ جماعتی نظم کے قیام و دوام کا انحصار سماعت و اطاعت پر ہی ہے اس کے بغیر نہ امارت کا تصور ممکن ہے اور نہ جماعتی نظم کے قیام و دوام کا۔ اس سلسلے کا ایک تاکید یہ حکم ان الفاظ میں بھی آتا ہے کہ ”سأل مسلمة بن یزید الجعفی رسول اللہ ﷺ فقال یا نبی اللہ اراءیت ان قامت علینا امراء یستلون حقهم و یمنعونا حقیقنا فما تأمرنا قال اسمعوا و اطیعوا فانما علیہم ما حملوا و علیکم ما حملتم“ (مسلم عن وائل بن حجرؓ) ترجمہ: (وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مسلم بن یزید جعفی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ایسے امراء ہوں جو ہم پر مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق تو مانگیں لیکن ہمارا حق نہ دیں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا سماعت و اطاعت کرو۔ انکی نافرمانی ان پر اور تمہاری سماعت و

اطاعت تم پر ہے) گویا شریعت جماعتی نظم کی قیام و دوام چاہتا ہے اور وہ ممکن ہے صرف اور صرف سماعت اطاعت امام کے ساتھ اسلئے ہر حال میں سماعت و اطاعت کا التزام لازم قرار دیا گیا ہے۔

سماعت و اطاعت اور حکومت:

سماعت و اطاعت پر تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سماعت و اطاعت کیلئے حکومت شرط تو نہیں۔

اس سوال کا جواب بھی رسول ﷺ کے فرامین سے واضح ہو جاتا ہے فرمایا:

”واسمعوا و اطیعوا فان استعمل علیکم عبد حبشی کان رأ سہ زبیبہ“ (بخاری) (سماعت و اطاعت کو لازم پکڑو اگرچہ تمہارا امام حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور اس کا سر متقی جیسا کیوں نہ ہو) اس حدیث نے اس امام کی بھی سماعت و اطاعت کا حکم دیا ہے جو غلام ہو اور یہ بات واضح ہے کہ غلام و حاکم دو متضاد چیزیں ہیں جو غلام ہو وہ حاکم نہیں ہو سکتا اور جو حاکم ہو وہ غلام نہیں ہو سکتا گویا امارت کیلئے حکومت کی شرط لگانا سراسر غلط ہے اور حدیث کے خلاف حکم اور فیصلہ ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا ”ان أمر علیکم عبد مجدع یقود کم بکتب اللہ و اسمعوا و اطیعوا“ (مسلم) اگر تمہارا امام ناک کان کٹا غلام ہی کیوں نہ مقرر کیا جائے اس کی سماعت و اطاعت کرو اس حدیث میں بھی لفظ ”عبد“ آیا ہے، گویا اسلام میں التزام جماعت مطلوب ہے اور اس کیلئے قیام امارت شرط، قیام امارت کا طریقہ بیعت اور امارت کیلئے سماعت و اطاعت شرط ہے، ان میں سے کسی ایک کیلئے بھی حکومت کی شرط نہیں ہے۔

ہم جب برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں جس طرح اور بہت سی سنتوں کو زندہ کرنا پڑا وہاں اس مسئلہ امارت کو بھی پس پشت ڈال دیا گیا تھا اس کو بھی زندہ کرنے کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو امام عبدالوہاب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے پورا کیا اور شدید مخالفت مول لیکر آپ نے اس مسئلہ کا احیاء کیا سب سے نمایاں اور اہم کام جو مولانا مرحوم نے انجام دیا احیاء مسئلہ امارت ہے یوں تو موصوف نے ساری زندگی دینی خدمات کیلئے وقف کر دی تھی لیکن احیاء مسئلہ امارت میں جن تکالیف و مصائب کا آپ کو سامنا کرنا پڑا وہ ان مصائب سے کم نہ تھے جن کا مقابلہ صحابہ کرام و ائمہ عظام کو کرنا پڑا تھا۔

(مکمل نماز ص ۲۵ مکتبہ اشاعت الکتاب والسنۃ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی)

لہذا احباب جماعت کو چاہئے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر قرآن و سنت کے ان واضح نصوص پر عمل کریں اور علماء کو بھی چاہئے کہ وہ جس طرح باقی تمام مسائل قرآن و سنت کو بیان کرتے ہیں اسی طرح اس مسئلہ کو عوام کے سامنے لے آئیں اور بیان کریں ہمارے ہاں یہ عجیب ستم ظریفی ہے ہم رفع الیدین، آمین بالجھر اور فاتحہ خلف الامام داڑھی اور دیگر مسائل کو تو بیان کرتے ہیں لیکن آج تک ہم نے کہیں کسی عالم دین کو مسئلہ امارت و بیعت پر گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا یہ کتمان حق کے مترادف ہے۔

وارثان ممبر و محراب کو دین کے اس اہم مسئلہ کو بیان کرنا چاہئے تاکہ عوام شرعی زندگی گزار سکیں بیعت کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ لگانے کیلئے آپ کسی بھی حدیث کی کتاب میں سے کتاب الامارۃ، کا مطالعہ کریں آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی اس مختصر سی کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ورنہ آپ کے سامنے مزید وہ حدیثیں پیش کی جاتی جن میں اس مسئلہ پر زور دیا گیا ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے چند حدیثیں پیش کی جا چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بیعت کی اہمیت، ضرورت اور فوائد کو سمجھ کر اپنانے کی توفیق بخشے (آمین)

(وما علینا الا لبلاغ)

شرعی المارت

ممتاز اور جید علماء اہل حدیث کی تائیدات

امارت شرعیہ

از مولانا الحاج عبدالقادر حصاری رحمۃ اللہ علیہ

فتنوں کا ظہور:

حضرات! اس وقت مسلمانان عالم طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا ہیں۔ اگر آپ وسیع خیال و عمیق نظر سے غور کریں گے تو آپ کو بہت سے مذہبی، اخلاقی، معاشی، سیاسی، تمدنی فتنے نظر آئیں گے جو اس وقت مسلمانوں پر ہجوم کئے ہوئے ہیں اگرچہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

ستكون فتن عنقریب بڑے فتنے پیدا ہوں گے مگر حقیقت میں یہ بدقسمتوں کی وہ سزا مل رہی ہے۔ جو اللہ کی طرف سے ہر اس قوم کو ملا کرتی ہے جو کتاب و سنت کی اتباع سے منہ موڑ لیتی ہے اس کے منشاء کے مطابق عمل کرنے سے جی چراتی ہے۔

اب اس سزا سے اگر مسلمان بچنا چاہیں تو بس اس کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اس بنیادی جرم سے باز آجائیں جس کے بدلہ میں ان پر یہ فتنے مسلط ہوئے ہیں اور اس کام کے لیے کمر بستہ ہو جائیں جس کی خاطر انہیں کتاب و سنت دی گئی ہے لیکن اگر وہ ان سے منہ موڑتے رہیں گے تو پھر جو تدبیریں چاہیں کر کے دیکھ لیں اور یہ یقین کر لیں کہ کسی ایک فتنہ کا بھی سد باب نہ ہوگا۔ بلکہ ہر اختراع چند اور فتنے پیدا کر دے گی اور کبھی کامیابی نہ ہوگی۔

فتنوں سے بچنے کی واحد تدبیر:

صحیح بخاری وغیرہ کے کتاب الفتن میں فتنوں کی خبر دی گئی ہے اور ان کی سلسلہ وار فہرست

دیتے ہوئے ان فتنوں سے بچنے کی یہ تدبیر بتائی ہے کہ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ یعنی فتنوں کے وقت تمہیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ لینا ہوگا۔ یہ تدبیر شرعی ہے جو حکیم الامت جناب حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے جن کا وصف یہ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

یعنی آنحضرت صلعم اپنی خواہش سے دین میں کلام نہیں کرتے وہی کچھ ارشاد فرماتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو وحی کی جاتی ہے۔ پس یہ تدبیر رحمانی ہے۔ جس پر کاربند ہونا تمام مسلمانان عالم کا فرض ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ وہی لوگ فتنہ ضلالت سے محفوظ رہیں گے جو ایک امیر شرعی کی قیادت سے سرفراز ہوں گے۔

تقریر امیر:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (الآیۃ)
ترجمہ: ایمان والوں اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں صاحب معاملہ ہوں۔

یعنی جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اطاعت امیر جماعت کی اطاعت پر موقوف کر دی ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي (مشکوۃ)

یعنی فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(مشکوۃ)

پس مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے امیر اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور یہ قاعدہ شرعیہ اہل علم میں مسلمہ ہے کہ:

مالا یتم الواجب الالبہ فہو واجب

یعنی جس چیز کے بغیر کوئی فرض اور واجب پورا نہ ہوتا ہو تو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے لہذا امیر مقرر کرنا واجب ہے۔ کیونکہ بغیر امیر بنائے۔ اطاعت امیر وجود میں نہیں آسکتی۔ (کما ہوا ظاہر)

امیر کے بغیر زندگی گزارنا حرام ہے!

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لثَلَاثَةٍ يَكُونُونَ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ إِلَّا أَمَرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ (رواہ احمد کذا فی التلخیص)

یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تین شخصوں کے لیے جس کسی جنگل میں رہتے ہیں رہنا حلال نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے اوپر امیر مقرر کر لیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسی زمین میں زندگی گزارنا اور بسنا بغیر امیر کے حلال نہیں ہے۔ لہذا ہر جگہ کے لوگوں کو امیر کے تحت زندگی کو گزارنا واجب ہے۔

سفر میں بھی امیر بنانا ضروری ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ..

یعنی فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب تین شخص سفر میں نکلیں تو ضروری ہے کہ اپنے پر ایک کو امیر مقرر کریں۔

ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی تعداد خواہ کتنی ہی کم ہو اور وہ جہاں کہیں بھی ہوں سفر میں یا حضر میں آبادی میں جنگل میں عارضی اقامت ہو یا دائمی ان پر واجب ہے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کریں۔ شہروں اور قصبوں میں جہاں آبادی زیادہ ہے بطریق اولیٰ واجب ہے۔

بغیر تقرری امام جاہلیت کی موت ہوگی!

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ
إِمَامٌ جَمَاعَةٌ فَإِنَّ مَوْتَهُ مَوْتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ. (رواہ الحاکم فی مستدرکہ)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مر گیا اور اس پر کوئی امام جماعت مقرر نہ
تھا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

مسلم شریف میں حدیث ہے۔ فرمایا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ
مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً یعنی جو شخص مر گیا اور اس کی گردن میں امام کی بیعت نہ تھی وہ جاہلیت کی
موت مرا۔ حضرت معاذؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (روا
الطبرانی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی
موت مرا۔ اسلام سے پہلے زمانہ کا نام جاہلیت ہے۔ اس زمانہ میں سب لوگ آزاد اور خواہشات
کے تابع تھے اور شرک و کفر و معصیت میں مبتلا تھے۔ ان کا کوئی عالم باللہ رہبر اور پیشوا نہ تھا جس کی
ماتحتی میں رہ کر ہدایت حاصل کرتے۔ اسی طرح اب لوگ آزاد اور خواہشات نفسانیہ کے تابع
ہیں اور امام کے ماتحت زندگی بسر نہیں کرتے۔ پس جو لوگ امام امیر مقرر نہیں کریں گے وہ جاہلیت
کی موت میں گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت سے سرفراز ہوئے تو آپؐ
نے مذہب اسلام کو دنیا میں پیش کیا پس جو لوگ اس اسلام کو قبول کرتے گئے ان میں نظم و نسق قائم
کر کے سب کو منظم کر دیا گیا اور ان پر سلسلہ وار امیر مقرر ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کرام
سے لے کر عہد تابعین و ائمہ محدثین رحمہم اللہ تک یہی سلسلہ جاری رہا ہے۔ پھر لوگ آزاد ہو گئے۔
خصوصاً جہاں حکومت غیر اسلامی تھی وہاں لوگ اسی طریقہ پر ہو کر آزاد ہو گئے اور محض دنیا کی
حکومت پر اکتفاء کر کے زندگی گزاری اور دین الہی کے نظم و نسق سے بے پرواہ رہے پس یہی
جاہلیت ہے جس سے بچنا واجب ہے۔

صبح شام سے پہلے امام بناؤ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَطَاعَ الْإِيمَانَ نَوْمًا وَلَا يُصْبِحُ
صُبْحًا إِلَّا وَغَلِيَّةٍ إِمَامٌ فَلْيَفْعَلْ: (رواہ ابن عساکر)

یعنی جو شخص یہ طاقت رکھے کہ نہ سوئے سونا اور نہ صبح کرے صبح کرنا مگر یہ کہ اس پر امام ہو تو چاہئے کہ عمل کرے۔

اس حدیث سے جلدی امام بنانے کا حکم ظاہر ہوا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے فوراً امام بنانے کی کوشش کی اور آپ کا غسل، کفن، دفن وغیرہ اس وقت تک ملتوی کر دی جب تک کہ امیر بنانا لیا گیا جب امیر مقرر ہو گیا۔ اس کی ماتحتی میں سب امور کو سرانجام دیا۔ اگر فوراً امیر مقرر کرنا ضروری نہ ہوتا تو پہلے کفن دفن کا انتظام کیا جاتا۔ فاعتبرو ایا اولی الا بصار۔

امیر کے بغیر کوئی اسلام نہیں!

عَنْ عُمَرَ مَوْفُوقًا لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةٌ إِلَّا بِإِمَارَةٍ وَلَا إِمَارَةٌ إِلَّا بِطَاعَةٍ (رواہ الدارمی)

یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں اسلام مگر جماعت کے ساتھ اور نہیں جماعت مگر امیر کے ساتھ اور نہیں ہے امیر مگر طاعت کے ساتھ۔ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جماعت کے بغیر اسلام کچھ نہیں ہے اور جماعت بغیر امیر کے قائم نہیں ہو سکتی جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بغیر امیر کے اسلام معتبر نہیں ہے کیونکہ امیر کے بغیر لوگ آزاد ہو کر اپنی خواہشات نفسانیہ اور خطوات شیطانیہ پر چلنے لگیں گے اور سب فرقہ فرقہ ہو جائیں گے۔ اتحاد اتفاق قائم نہ رہے گا بس یہ جاہلیت ہے جو اسلام کے منافی ہے۔

ادنیٰ درجہ کے امیر کی بھی اطاعت کرو!

عن ام الحسین قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَمْرَ عَالِيكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّدٌ يُقَوِّدُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا الْحَدِيثَ (رواہ مسلم)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم پر کوئی غلام ناقص الخلقہ ناک کان کٹا بھی امیر مقرر کیا جائے تب بھی اس کی بات سنو اور اس کی تابعداری کرو جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر تم کو چلائے اس سے ثابت ہوا کہ امیر کی اطاعت فرض ہے اور امیر وہ شخص ہونا چاہئے جو کتاب و سنت کا عالم ہو وہ لوگوں کو احکام الہی پر چلا سکے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ.

یعنی اے امت محمدی! تم ان لوگوں کے طرح نہ ہو جاؤ جو اختلاف پیدا کر کے متفرق ہو گئے تھے۔ بعد اس بات کے کہ ان کے پاس دلائل واضح آگئے تھے ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔ یہی عذاب ان لوگوں کو بھی ہوگا۔ جو اہل کتاب کی طرح فرقہ فرقہ بن رہے ہیں۔ پس تمام اہل حدیثوں پر یہ لازم ہے کہ تفرقہ و عناد و اختلاف سے بچ کر متفق و متحد ہو جائیں اور شرعی طریقہ سے نظام جماعت قائم کریں منکر اور تارک بن کر عمل کرنے والوں پر مثل دیگر گمراہ فرقوں کے طاعن نہ بنیں۔

پس اختلاف کے وقت بھی معیار صداقت وہی سامنے رکھا جائے گا جو اہل حدیث علماء نے دیگر فرقوں کی جانچ کے وقت رکھا تھا یعنی فرقہ ناجیہ وہ ہے جو مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاصْحَابِي یعنی ناجی فرقہ وہ ہے جو اس طریقہ پر چلتا ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام مسئلہ امارت پر عامل ہو کر متفق و متحد رہے ان کا مجموعی عمل یہی تھا۔ امارت شرعی کا طریقہ عمل چھوڑ کر ملکی نظام یا قومی نظام یا مذہبی نظام اپنی خواہشات سے آزاد نہ طریقہ پر قائم کیا گیا تو قرون ثلاثہ کے خلاف ہوگا۔

صراط مستقیم کی طرف دعوت:

ہم خلوص کے ساتھ اخوان اہل حدیث کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ تَعَالَوْا اِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ یعنی آؤ اور تم سب اس کلمہ پر جمع ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہے وہ یہ کہ زندگی کا نصب العین اقامت دین حق امارت کی صورت میں منظم ہو کر پورا کرنا ہے ہم سب کو چاہئے کہ اقامت دین توحید و سنت کے لیے جدوجہد اجتماعی طاقت کے ساتھ کریں اور اجتماعی طاقت جماعت سے ہوتی ہے اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہو سکتی لہذا سب سے پہلے امارت قائم کرنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے جملہ امور دینی مکمل نہیں مثلاً درس و تدریس و عظ و تبلیغ چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔ لَا يَقْضُ إِلَّا أَمِيرٌ وَمَا مَوْزُؤٌ أَوْ مُخْتَلَالٌ اسی طرح لَا يُضْلِعُ لِلنَّاسِ إِلَّا أَمِيرٌ کہ بغیر امیر کے ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی امیر کے بغیر دیگر۔

طریقے اور پانچائٹوں کے فیصلے غیر شرعی فیصلے قرار پائیں گے۔ اسی طرح نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی بھی امام اور امیر کے ساتھ معتبر ہوگی۔ نبی عن المنکر بھی امیر کے ماتحت ہی سرانجام پائے گا۔ حج بھی امیر کے حکم سے اگر جنگ و جہاد کی نوبت آئی تو یہ بھی امیر ہی کے ذریعہ کئے جائیں گے۔

اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتِلُ مِنْ وَرَائِهِ یعنی امیر کے زیر سایہ غیروں سے مقابلہ کیا جائے گا۔ الغرض حسب استطاعت امیر کا کام بہت ہے اور دین اسلام کی اقامت پر موقوف ہے لہذا امیر بنانا بہت بڑا فریضہ ہے۔ اس کے تارک ہو کر آج مسلمان دین اسلامی اخلاق سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور عمل کرنے سے جی چراتے ہیں اور بنی اسرائیل کی طرح لغو بہانے تراشتے ہیں اور عذرات بارودہ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امارات قائم کرنے پر فوراً حکومت قائم کرنی پڑے گی اور جنگ کفار سے کرنا فرض ہوگا اور حدود شرعیہ کا نفاذ لازم ہوگا وغیرہ حالانکہ یہ امور امارت کے لیے مشروط نہیں ہیں ہاں ان امور کو بجالانے کے لیے امارت شرط ہے یہ امور مذکورہ حسب استطاعت اپنے اپنے وقت میں ہوتے ہیں قرآن میں ہے لَا يُكْفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنی طاقت سے زیادہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو کوئی تکلیف نہیں دیتا اور حدیث میں ہے۔ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ یعنی جب تم کو کسی چیز کا حکم ہو تو حسب استطاعت اس کو بجالاؤ۔ دیکھئے! سفر میں اور جنگل میں امیر بنانے کا حکم ہے خواہ تین آدمی ہوں تو وہاں کون سی جنگ اور حکومت اور حدود کا نفاذ ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے امارت کو دنیا کی حکومت بادشاہی پر اور حکومتوں کے اقتدار پر قیاس کر لیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ امارت و خلافت علی منہاج النبوت مراد ہے اور وہ غربت اور مسکینیت سے شروع ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيُعُوذُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ یعنی اسلام اجنبیت سے شروع ہوا ہے اور غربت ہی کی حالت میں لوٹے گا۔ پس غرباء کے لئے مبارک ہے جب تک کسی امیر کو ملکی اقتدار حاصل نہ ہو اس کو مذہبی امور کو نظم ہو کر سرانجام دیتے رہنا چاہئے۔

کیا خلیفہ یا امیر کا مقرر کرنا ضروری ہے؟

(علامہ محمد یوسف کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ)

کی کتاب سے اقتباسات

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا امیر کا مقرر کرنا ضروری ہے؟ اور اس کا کیا ثبوت ہے۔
الجواب۔ جواب سے پہلے اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ دلائل وہی معتبر اور مضبوط ہوتے ہیں جس کا ثبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین سے پایا جائے اور کتاب اللہ ان پر ناطق ہو۔

آگے عام ہے کہ جو شخص ان دلائل کو پیش کرتا ہے اور عمل کرتا ہے وہ کما حقہ اور پورے طور پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یا اس سے عمل کرنے میں سستی ہو جاتی ہے یا وہ کام جس قوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرتے تھے۔ اس قوت کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ مگر کرتا ضرور ہے۔ جتنی اس کی طاقت ہے اس میں ہمت نہیں ہارتا۔ اب اس شخص کو کوئی یہ کہے کہ میاں یا تو عمل اس قوت سے کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے یا چھوڑ دے۔ تو یہ شخص سخت غلطی پر ہے بلکہ نادان ہے۔ ایسی قوت کس کو ہے کہ کما حقہ من عن صحابہ کی عمل کرے۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ مگر اس کا خشوع اور خضوع اس طرح کا نہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اس کے نماز پڑھنے کی دلیل قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ اب کوئی شخص کہے کہ بھائی دلیل تو تمہارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر تمہاری نماز حضور صلعم کے خشوع اور خضوع جیسی کیوں نہیں۔

بھلا بتائیے کہ اگر کسی کی نماز ایسی نہ ہو جیسی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی۔ تو کیا یہ نماز بھی نہ پڑے۔ نہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ ہم دلیل رکھتے ہیں کہ حضور صلعم نے نماز پڑھی۔ ہم بھی وہی دلیل لے کر نماز پڑھتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس تمام مسائل شرعیہ کی کیفیت اسی طریق پر ہے کہ دلائل شرع میں موجود ہیں مگر عمل کرنے والے سے کچھ کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح دلائل امارت اور خلافت کے وہی ہیں جو دلائل صحابہ کی امارت اور خلافت کے تھے۔

مگر ہماری امارت اور خلافت اس قوت اور پوری روحانیت کا ملہ کے ساتھ نہیں:

مگر اس پر ہم کو کوئی ملامت نہیں وجہ وہی ہے کہ ہماری ایمانی قوتیں قدرتی کمزور ہیں جس کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل، عمل صحابہ اور تابعین سے بہت کم ہے مگر باوجود اس کمزوری کے ہم انہیں دلائل سے دلیل پکڑتے ہیں اور اسی پر چل کر اپنا امیر اور خلیفہ مقرر کرتے ہیں اس تمہید کے بعد میں سوال کے جواب کی طرف آتا ہوں۔

امارت و خلافت:

کی اس قدر ضرورت ہے اور اسکی اس قدر اہمیت ہے کہ جب حضور صلعم کا وصال ہوا۔ تو سب سے پہلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی فکر دامنگیر ہوا کہ حضور صلعم کے بعد کون شخص ہے جو اس شریعت کا کام اور انتظام اپنے ذمہ لے۔

چنانچہ فوراً انصار رضی اللہ عنہم سعد بن عبادہ کے پاس بنو ساعدہ کی بیٹھک اور مکان میں جمع ہوئے اور مشورہ کرنا شروع کیا جب یہ خبر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فوراً ان کے پاس گئے اور یہی امارت کا جھگڑا شروع ہوا کہ کون امیر ہو۔ چونکہ ہر قوم یہی خواہش کرتی تھی کہ امیر ہم سے ہی ہو وہ دوسری کی امارت پر خوش کب ہوتے تھے۔ تب انصار نے یہ بات کہی کہ ایک امیر ہمارا ہو جائے اور ایک امیر تمہارا ہو جائے اس طرح جھگڑا بھی نہ رہے گا

انصاروں کا امیر انصاری ہو اور مہاجرین کا امیر قریشی ہو جائے۔

تب صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اس طرح ہرگز نہ ہوگا بلکہ ہم امیر ہوں گے تم وزیر ہو گے۔ اس کے جواب میں حباب بن منذر انصاری نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ پس ایک امیر ہمارا ہو جائے اور ایک امیر تمہارا اور تم کھالی کہ ایسا ہرگز نہ کرنے دیں گے کہ تم امیر ہو اور ہم وزیر بنے رہیں۔ بالآخر سب نے صدیق اکبرؓ کی اسی مکان میں بیعت کی اور جھگڑا کو ختم کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز و تکفین میں مصروف ہوئے۔

یہ واقعہ صحیح بخاری جلد اول کے صفحہ ۵۱۸ میں موجود ہے۔ باب قول النبی صلعم۔ لو كنت متخذ اخیلا کے ماتحت ہے اور فضائل ابو بکر صدیقؓ میں موجود ہے۔

دوسرا واقعہ:

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وقت اجل قریب ہوا تو لوگوں نے کہا کہ حضور آپ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا؟ تو فرمایا۔ اِنْ اَسْتَخْلِفْتُ فَقَدْ اَسْتَخْلَفْتُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي اَبُو بَكْرٍ وَاِنْ اَتْرُكْتُ فَقَدْ تَرَكْتُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ یعنی اگر میں خلیفہ زندگی ہی میں مقرر کر دوں تو مجھ سے بہتر یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا (یعنی مجھ کو) اور اگر میں مقرر نہ بھی کر کے جاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً کسی کو مقرر نہیں کیا۔ یہ حدیث بھی بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۷۲ میں موجود ہے۔ گویا اس قدر امیر کا ہونا ضروری ہے کہ صدیق اکبرؓ نے اپنی زندگی ہی میں عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور یہی خواہش تمام لوگوں نے عمر فاروقؓ سے کی کہ حضور آپ بھی کسی کو مقرر کر جائیے تب عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اگر میں مقرر کر جاؤں تو بھی کوئی خلاف بات نہیں اس لئے کہ صدیق اکبرؓ نے مجھے مقرر کر دیا تھا اور اگر نہ بھی کروں بلکہ لوگوں کے مشورہ پر ہی چھوڑ جاؤں تو بھی کوئی بات خلاف نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو نامزد نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے مشورہ پر چھوڑا۔

غرض اس کے بعد خلافت عثمان کا واقعہ اسی بخاری میں موجود ہے۔

عبدالرحمان بن عوف کے مشورہ سے ان کو خلیفہ مقرر کر دیا گیا۔

زیادہ دلائل کی مجھے ضرورت نہیں کہ بیان کروں کیونکہ یہ مسلمانوں کا متفقہ فتویٰ اور عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کو امیر کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے اور رہے گی۔ آگے چل کر اپنے مضمون میں علامہ صاحب نے بیعت اور سب طاعت کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث درج کی ہیں۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَنَا وَكَانَ فِيْمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَلَا نُنَازِعُ الْأَمْرَ أَهْلَهُ قَالَ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ. جس کا حاصل یہ ہے کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا اور اس بات پر ہم نے بیعت کی کہ ہم ہر حالت میں اطاعت امیر کریں گے۔ خواہ خوشی ہو یا ناخوشی اور خواہ امیر غیروں کو ہم پر ترجیح دے۔ ہم امیر سے منازعت اور جھگڑانہ کریں۔ ہاں اگر تمہارا پاس اللہ کی طرف سے اس کے کفر پر کوئی صریح دلیل ہو تو پھر بے شک سب طاعت اور اطاعت نہیں کرنا ہوگا۔

غور کرو اس حدیث میں صاف حکم دیا گیا ہے کہ خواہ وہ غیروں کو فوقیت دے تم اس کی بیعت سے انکار نہیں کر سکتے۔

دوسری حدیث صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷

قال حذيفة بن اليمان قلت يا رسول الله إنا كنا نبشّر فجاء الله بخير فنحن فيه فهل من وراء هذا الخير شر؟ قال نعم قلت هل وراء ذلك الشر خير؟ قال نعم قلت فهل وراء ذلك الخير شر؟ قال نعم قلت كيف قال تكون بعدي أئمة لا يهتدون بهدأى ولا يستنون بسنتي وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان إنس قال قلت كيف أصنع يا رسول الله صلعم إن أدركت ذلك قال تسمع وتطيع وأن ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمعه وأطع.

اس حدیث کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حذیفہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم خیر میں داخل ہوئے (یعنی اسلام میں) تو کیا اس کے بعد شر بھی آئے

گا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں حدیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس میں کہا ذرا اس کی کیفیت تو بیان فرمائے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو میری سنت کے خلاف عمل کریں گے تب حدیفہؓ نے فرمایا کہ حضور میں اس وقت کیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی اطاعت کرنی ہوگی۔ اگرچہ وہ تمہیں مارے اور پیٹے اور تمہارا مال بھی چھین لے۔ فرمانبرداری سے انکار نہیں کرنا ہوگا۔

یہ حدیث صاف بیان کر رہی ہے کہ خواہ امام فاسق ہو اس کی اطاعت سے علیحدہ نہیں رہنا چاہئے۔

افسوس ہے ان ملاں مولویوں پر جو امام اور خلیفہ میں نقص کی وجہ سے بیعت کرنے میں انکار یا تاہل کر رہے ہیں۔ اللہ سے ڈریں اور ذرا شرم کریں کہ یہ احادیث صحیح مسلم کی ہیں۔ بخول بازی نہیں۔

تیسری حدیث صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۹ میں عوف بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بہتر امام وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم ان سے محبت کرو اور شر امام وہ ہیں جو تمہیں بُرا سمجھیں اور تم ان کو بُرا سمجھو۔ لوگوں نے کہا کہ حضورؐ ایسے اماموں کو تلوار سے نہ جواب دیا جائے۔ تب حضور صلعم نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں ایسا مت کرو۔ پھر فرمایا کہ اگر تم کو امام سے کسی وجہ سی نفرت ہے اور تم اسے مکروہ سمجھتے ہو تو فرمایا کہ تم اس کے عمل بد سے بچو اور بُرا سمجھو مگر بیعت سے ہاتھ مٹ ہٹاؤ۔

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

الجواب۔ ہاں احادیث صحیحہ میں آچکا ہے کہ بیعت ضروری اور لا بدی چیز ہے جو بیعت نہیں

کرتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور اس نے اسلام کی رسی گلے سے اتار پھینک دی۔

صحیح مسلم جلد دوم میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي غُنْفِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً جو شخص بغیر بیعت کئے ہوئے مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

دوسری حدیث صحیح مسلم ص ۱۲۸ جلد دوم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلْيُصْبِرْ فَإِنَّهُ، مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَمَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً: یعنی جو شخص اپنے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھے جو اس کو بُری لگتی ہو تو صبر کرے اور جماعت سے نہ نکلے اگر نکل کر مر گیا تو موت جاہلیت کی ہوگی۔

تیسری حدیث: یہ بھی ابن عباس سے مروی ہے۔ صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيُصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَخْرُجُ مِنَ السُّلْطَانِ شَبْرًا فَمَاتَ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً: یعنی جو شخص اپنی امیر سے کوئی بُرائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ صبر کرے پس جو شخص بھی سلطان سے ایک بالشت بھر جدا ہو گیا اور نکل گیا اور اسی پر مر گیا تو جاہلیت کی موت مر گیا۔

اللہ اللہ کس قدر وعید ہے اور کس قدر تاکید ہے کہ کوئی شخص بھی ہو جو بیعت کئے بغیر مرجاتا ہے اس کی موت جاہلیت کی ہے کچھ خدا کا خوف کرو اپنی موت کو جاہلیت کی موت نہ بناؤ تعصب اور اختلاف کو چھوڑو اور پکے مومن ہو کر مرو۔ اللہ توفیق دے۔ آمین!

خلیفہ اگر ظلم کرے:

اگر چہ خلیفہ ظلم بھی کرے اسی کی اطاعت کی جائے گی۔ صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷ میں موجود ہے حدیثؑ کی حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد میرا ایسے ہوں گے کہ نہ تو کوئی ہدایت پر چلیں گے نہ سنت پر اور انہیں کے اندر ایسے انسان پیدا ہوں گے ظاہر تو انسان ہیں مگر دراصل شیطان پیدا ہوں گے۔ حدیثؑ نے کہا کہ حضرت کیف صنع میں کس طرح کروں اور ایسے وقت میں کیا کروں اگر وہ زمانہ میں پالوں تو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تَسْمَعُ وَتَطِيعُ“ خلیفہ کی بات مانو اور اطاعت کرو ان ضَرْبِ ظَهْرٍ وَآخِذَ مَالِكَ اگرچہ تیرا تمام مال لیا جائے اور تجھے مارا جائے۔

برادران اسلام!

کیا یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہیں اے جماعت اہل حدیث کیا صحیح مسلم کی احادیث

نہیں؟

کیا ان کا مرتبہ فاتحہ خلف الامام اور آمین رفع یدین سے کم ہے۔ یاد رکھو آمین رفع یدین تو سنت ہے اور اطاعت امام فرض ہے اللہ تمام مسلمانوں کو توفیق دے خصوصاً اہل حدیث کو۔

امام کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہے۔

اور ان کی نافرمانی اللہ و رسول کی نافرمانی ہے صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۲ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

دوسری حدیث:

صحیح مسلم کے ص ۱۲۵ جلد دوم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ:

اے لوگو سنو اور تابعداری کرو اگر چہ تم پر غلام حبشی بھی مقرر کیا جاوے جبکہ وہ تم کو کتاب اللہ کی طرف لے جا رہا ہے تمہارا بھی فرض ہے کہ اسی کی سمع اور اطاعت کرو۔

اس مسئلہ میں احادیث صحیح بخاری مسلم کی بہت آچکی ہیں مگر میں نے چند ایک بیان کر دی ہیں تاکہ ہر شخص ایک دو حدیثیں ہر مضمون کی یاد رکھے۔

اللہ کی نافرمانی میں اطاعت نہ کرے:

صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۵ میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ

یعنی ہر مسلمان پر اپنے امیر کا حکم ماننا اور سننا ضروری ہے خواہ اچھا لگے یا بُرا ہاں اگر امیر نافرمانی کا حکم دے تو اس وقت اس کا سننا اور ماننا جائز نہیں۔

دوسری حدیث:

صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۵ ہے حضور صلعم نے فرمایا لَا طَاعَةَ فِي مُعِيمَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ یعنی اطاعت اللہ کی نافرمانی میں نہیں کرنی چاہئے بلکہ اطاعت نیک کام میں ہے۔

کیا کمزور اور ضعیف شخص امام ہو سکتا ہے؟

یہ بھی ایک سوال آج کل گشت کر رہا ہے کہ جو امام زانی کو سنگسار نہ کر سکے اور چور کے ہاتھ نہ کاٹ سکے وہ امام نہیں ہو سکتا اس پر طبرانی کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الا مام الضعیف ملعون کمزور امام ملعون ہے سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ حدیث صحیح سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اگر کوئی عالم فاضل ملاں مولوی اس کی صحت پیش کر سکے تو میدان میں نکلے ورنہ اللہ سے ڈرے اور رسول اللہ صلعم پر بلا تحقیق باتیں تھوپتا نہ جائے یہ حدیث واقعات کے بھی خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ برس مکہ میں رہے۔ آخر وطن چھوڑنا پڑا۔ بہت کمزور تھے حالت بہت نازک تھی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلْکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تجھ کو تمام لوگوں کو امام بنانے والا ہوں۔ آخر وہ پچارے بھی تنگ آکر وطن کو خیر باد کہہ دیتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جب قوم بد معاش شرارت کے لیے آئی جبکہ آپ کے ہاں فرشتے بصورت مہمان بن کر آئے تو لوط علیہ السلام نے افسوس کیا کہ کاش آج کچھ بھی میرا بس ہوتا اور طاقت ہوتی میں مقابلہ کرتا یہ تمام حضرات کس قدر کمزوری ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اقرار کر رہے ہیں رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاتَنْصُرْ یَا اللہ میں مغلوب ہو گیا۔ کمزور ہوں میری مدد کر۔ مجھے قوم نے سخت مارا ہے علیٰ ہذا القیاس اکثر انبیاء کمزور تھے اور مقابلہ نہ کر سکے تو کیا یہ سب معاذ اللہ ملعون تھے استغفر اللہ معاذ اللہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کنویں سے ڈول کھینچا مگر وہ فی نَزْعِهِ ضَعْفٌ بخاری جلد اول ص ۵۲۰۔ ان کے کھینچنے میں بہت کمزوری تھی۔ تو کیا معاذ اللہ صدیق اکبر پر بھی

طبرانی کی حدیث چسپاں ہوگی اور ان کو یہ خطاب دیا جائے گا۔ اللہ اللہ قریب ہے کہ پہاڑ ٹوٹ جائیں ایسے کلمات کہتے ہیں کہ ان ملاں مولویوں کو کچھ بھی قرآن مجید سے واقفی نہیں کاش یہ لوگ پورا علم قرآن حدیث کا حاصل کرتے سچ ہے نیم ملاں خطرہ ایمان نیم حکیم خطرہ جان۔ خیر اب یہی وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین۔

اگر امام نہ ہو تو کیا کرے؟

صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷ میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے چند ایک سوال کئے جو فقہوں کے متعلق تھے میں نے پوچھا کہ حضور خیر کے بعد شر بھی ہے فرمایا ہاں ہے۔ اس وقت جہنم کی طرف بلانے والے بھی موجود ہوں گے جو ان کی بات مانے گا اس کو وہ جہنم میں جھونک دیں گے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی حضورؐ ذرا ان کا بیان اور وصف فرمادیے۔ تو فرمایا کہ بھائی وہ ہماری طرح انسان ہی تو ہوں گے۔

حذیفہؓ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ حضرت وہ زمانہ مجھے دیکھنا نصیب ہو تو کیا کروں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَلَزَمُ جَمَاعَتَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ یعنی تو مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ۔ حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا ان لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ کہ میں حضورؐ اگر ان لوگوں کا نہ کوئی امام ہوں نہ جماعت تو کیا کروں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنَّ تَعْصَى عَلَى أَصْلِ شَجَرٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ یعنی ان تمام فرقوں سے الگ رہو اگر چہ درخت کی جڑ پھلکا پتے وغیرہ کھانے پڑیں اور تجھ کو اسی پر موت بھی آجائے۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہؓ کو فرمایا کہ اگر امیر ہو اور مسلمانوں کی جماعت ہو اس کو لازم پکڑ ورنہ جنگل میں جا کر بیرا کرو وہیں رہو پتے کھاؤ حتیٰ کہ موت آجائے۔

امیر کا کام:

بعض کوتاہ اندیش حضرات نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگر امیر جنگ اور جہاد نہیں کرتا تو وہ امیر ہی نہیں اور حدیث الْأِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتِلُ مِنْ وَرَائِهِ پیش کر کے عوام کو یہی مغالطہ دے کر اس

جماعت سے روکتے ہیں کہ میاں یہ امام کیسے جو جہاد نہیں کرتے ہم کو ایسے امام کی کیا ضرورت جو لڑائی نہ کرے۔

گویا ان ملاں مولویوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ امام کو تسلیم کرنے کی یہ شرط بھی ہے کہ وہ جہاد کرے اور اس کا کام دیکھ لیا جائے پھر اسے تسلیم کیا جائے۔ یہ بات ایسی مغالطہ دہ اور خلاف واقع پر مبنی ہے کہ ذرا سا علم حدیث و تاریخ کا جاننے والا سمجھ سکتا ہے کہ کیا خلفاء مقرر ہوتے ہی لڑائی کیا کرتے تھے۔ (ہرگز نہیں) کیا لوگ ان پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ حضرت پہلے جنگ و جہاد کرلو۔ پھر ہم تمہاری بیعت کریں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ پہلے بیعت کرتے تھے۔ پھر جب حکم ہوتا اور موقع اور وقت آتا تو جنگ بھی کرتے تھے۔

کیا انہیں علم نہیں کہ جس روز صدیق اکبرؓ یا عمر فاروقؓ و دیگر ائمہ کو امیر مانا گیا کسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم تو نہیں مانتے جب تک کہ تم جہاد نہ کرو کسی ایک نے بھی تو یہ اعتراض نہ کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ان علماء کے سامنے نہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام نہ تھے (یقیناً تھے) تو پھر کیوں تیرہ برس جنگ نہ کی؟

آؤ میں بتاؤں!

الْإِسْلَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ کا کیا مطلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ امام ڈھال ہے اس کے تحت (بیچے) ہو کر لڑائی کی جائے یعنی جس طرح ڈھال کے نیچے ہو کر انسان لڑتا ہے۔ اسی طرح امام کے ماتحت ہو کر لڑائی کی جائے۔ فقط

لہذا تم آؤ اور سب ملاں مولوی اور تمہارے سب مقتدی امام کو مان لیں اور ماتحتی اختیار کر لیں اور سب مل کر اس کے حکم سے لڑائی کریں پھر دیکھیں کہ کون مرد میدان نکلتا ہے اور کون بھاگتا ہے؟ ورنہ یہ کہو کہ بھائی تم لڑو، ہم تو منافق ہیں ہم نہیں لڑ سکتے۔

سو سنو!

بے نمازی کو کہا جائے کہ بھائی نماز پڑھ خدا رسول کا حکم ہے وہ کبھی بھی انکار نہیں کرتا۔ بعض تو کہتے ہیں کہ میاں جی کپڑے صاف کر کے پڑھوں گا کوئی کہتا ہے کہ حضرت جمعہ کو پڑھوں گا اور

شروع کروں گا مگر انکار نہیں کرتے۔ پھر تم سب مولوی اس کو کافر کہتے ہو؟
 کیا اس نے انکار کیا؟ کیا وہ منکر ہے (ہرگز نہیں) صرف عمل ہی نہ کرنے سے تم نے ان کو
 کافر کہا۔ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات تو مسلمان اور بے نمازی کافر۔ آپ کا بھی تو عملی انکار بے
 نمازی کی طرح پایا گیا۔ لہذا جو فتویٰ بے نمازی پر وہی تم پر اسلام نام ہی مساوات کا ہے۔

یاد رکھو!

اے مسلمانو جب تک تم ایک امیر کو تسلیم نہ کرو گے ذلت کی زندگی گزارو گے جس روز تم
 سنبھل گئے ان شاء اللہ اس دن تم کو اپنی زندگی کا لطف آئے گا آؤ غلامی کی لعنت کو سب مل کر اور
 اپنی قوت کو اکٹھا کر کے ختم کر دیں۔ آمین

لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةٌ إِلَّا بِإِمَارَةٍ وَلَا إِمَارَةٌ إِلَّا بِطَاعَةٍ (حضرت عمرؓ)

اہل حدیث کی سیاست امارت و خلافت کی سیاست ہے جس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے

(رشحات قلم: مولانا حافظ عبداللہ بہاولپوری (رحمۃ اللہ علیہ))

اسلامی سوسائٹی میں امیر کا ہونا واجبات دین سے ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔ ”یَجِبُ أَنْ يُعْرَفَ أَنَّ وَلَا يَةَ أَمْرِ النَّاسِ مِنْ أَعْظَمِ وَاجِبَاتِ الدِّينِ بَلْ لَا قِيَامَ لِلدِّينِ إِلَّا بِهَا“۔ ”یعنی یہ جاننا فرض ہے کہ امیر کا تقرر اہم واجبات دین میں سے ہے بلکہ اقامت دین اس کے بغیر ہو سکتا ہی نہیں اور اقامت دین کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ۔ یعنی تمہارا کوئی دین ایمان نہیں جب تک تم دین کو قائم نہ کرو۔

انسان مدنی الطبع ہے۔ بغیر سوسائٹی یا معاشرے کے اس کا گزارا مشکل ہے اور معاشرہ افراد کے اجتماع ہی سے بنتا ہے۔ جہاں بھی چند انسانوں کا اجتماع ہوگا۔ ان کو ایک دوسرے سے کام پڑے گا جس سے کئی طرح کے مسائل پیدا ہوں گے جس کے لیے امارت کا نظام ضروری ہے اسی لئے رسول اللہ صلعلم نے تین آدمیوں میں بھی جبکہ وہ سفر میں ہوں امیر بنانے کا حکم دیا ہے بلکہ مسند احمد میں تو یہاں تک ہے لا یحل لثلاثة یكونون بفلاة من الارض الا امروا علیہم احدہم یعنی مسلمانوں کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی جنگل میں ہوں خواہ ان کی تعداد تین ہی ہو اور وہ اپنے میں سے کسی کو امیر نہ بنائیں یعنی سفر میں بھی تین آدمیوں کا بغیر امیر کے رہنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلعلم کا تین میں سے بھی ایک کو امیر بنانے کو واجب قرار دینا ثابت کرتا ہے کہ جہاں بھی چند مسلمان ہوں وہ اپنا امیر ضرور بنائیں۔ اس کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن

امیر جو اہم واجبات دین میں سے ہے اس کا یہ کام بغیر امیر کے نہیں ہو سکتا۔ جہاد جو اسلام کی روح ہے۔ یہ بھی بغیر امیر کے ممکن نہیں۔ غرضیکہ امیر اسلامی معاشرے کا جزو لاینفک ہے۔ اس کے بغیر صحیح اسلامی معاشرہ متحقق ہو ہی نہیں سکتا۔ جس جماعت میں امیر نہیں اس جماعت کی مثال اس لاش کی ہے جس کا سر نہ ہو۔ جیسے سر کے بغیر دھڑ ہوتا ہے ویسے ہی امیر کے بغیر جماعت۔ اسلامی تعلیم کے تحت تو مسلمانوں کا ایک دن بھی بغیر امیر کے نہیں گزرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو سب سے پہلے خلیفہ کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد پھر کوئی اور کام ہوا حتیٰ کہ آپ کا کفن دفن بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ مقرر ہو جانے کے بعد ہوا۔ ادھر صحابہ کا جو ہمارے اسلاف ہیں اور پہلے اہل حدیث ہیں۔ یہ حال ہے کہ وہ ایک رات امیر کے بغیر نہیں گزارتے اور ادھر ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنی عمریں بغیر امیر بنائے گزار رہے ہیں اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ اہل حدیث تو صحابہؓ تھے جن کا ہر عمل حدیث کے مطابق تھا۔ جن کے نزدیک امارت کا نظام اتنا ضروری تھا کہ امیر کے بغیر ایک دن گزارنے کو وہ حرام سمجھتے تھے۔ اس لیے میرے بھائی اگر ہم اہل حدیث بننا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی صحابہؓ کے نقش قدم پر چل کر جہاں بھی ہم رہتے ہوں فوراً اپنا امیر مقرر کر لینا چاہئے تاکہ ہماری زندگیاں حرام نہ جائیں امیر کے تحت گزریں جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔ جیسے امیر کا تقرر فرض ہے اس کے بغیر کوئی جماعتی زندگی نہیں۔ اسی طرح امیر کی اطاعت بھی فرض ہے اس سلسلے میں رسول اللہ صلعم نے بڑی تاکید فرمائی ہے آپؐ نے فرمایا۔ مَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِيَ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي آپؐ نے امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی۔ آپؐ نے فرمایا کہ

إِنْ أَمَرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدِّعٌ يَقْوُذُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَاسْمِعُوا لَهُ، وَأَطِيعُوا.

اگر تم پر کسی ناک یا کان کٹے غلام کو بھی امیر بنا دیا جائے جو اللہ کے قانون کے تحت تمہیں حکم دے تو اس کی اطاعت کرو۔ آپؐ نے مزید فرمایا:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ: امیر کی سنتا اور اطاعت کرنا ہم مسلمان پر فرض ہے۔ خواہ اس کا دل چاہے یا نہ۔ ہاں اگر امیر گناہ کا حکم دے تو

پھر اس کا وہ حکم نہ مانے۔ اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔ گناہ میں کوئی اطاعت نہیں۔ حدیث میں ہے۔ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

یعنی مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں جبکہ خالق کی نافرمانی ہو۔ رسول اللہ صلعم نے امیر کی اطاعت کو موکد کرتے ہوئے فرمایا جو اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ صبر کرے کیونکہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو کر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اسی سلسلے میں آپؐ نے مزید فرمایا۔ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةٍ. جو امیر کی اطاعت سے نکل جائے اور جماعت سے علیحدہ ہو جائے پھر اسی حالت میں مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ امیر کی اطاعت اتنی ضروری ہے کہ آپؐ نے فرمایا: أَلَا مَنْ وُلِيَ عَلَيْهِ وَالِ فَرَأَاهُ يَأْتِي شَيْئًا مِّنْ مَّعْصِيَةِ اللَّهِ فَلْيَكُفِّرْهُ مَا يَأْتِي مِنْ مَّعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ.

سن لو! جب کسی کو امیر مقرر کر دیا جائے۔ پھر وہ امیر کوئی گناہ کا کام کرے تو ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس گناہ سے نفرت کرے لیکن اس کی وجہ سے امیر کی اطاعت سے انکار نہ کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر امیر بُرا بھی ہو پھر بھی ہر نیکی کے کام میں اس کا حکم مانا جائے البتہ اس کے گناہ کو بُرا جانا جائے اور گناہ کے کاموں میں اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے اس کے علاوہ اس کے تمام احکام کو تسلیم کیا جائے۔

افسوس تو یہ ہے کہ اہل حدیث جمہوریوں نے بھی اپنے نظام میں صدر کو امیر کا نام دے دیا ہے جو سراسر دھوکہ ہے حالانکہ وہ امیر نہیں ہوتا۔ کہاں شرعی نظام کا امیر کہاں جمہوری نظام کا صدر۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک شرعی نظام کے امیر کی اطاعت کو تو قرآن بھی فرض قرار دیتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ لیکن جمہوری نظام میں صدر کی اطاعت کو خود جمہوریت اور اس کا صدر ضروری قرار نہیں دیتے۔ جمہوری صدر کا تعلق صرف پارٹی پارلیمنٹس سے ہوتا ہے وہ صرف سیاست کے میدان میں ہی امیر ہوتا ہے۔ اس کو دیگر شعبہ ہائے زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا لیکن شرعی نظام کا امیر پوری زندگی کا نگران ہوتا اس کا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات کے تحت اپنی جماعت کا ایسا کردار بنائے جس سے ان کی دنیا



اور آخرت دونوں درست ہو جائیں۔ جمہوری نظام میں صدر با اختیار نہیں ہوتا کیونکہ اس کی پارٹی کے تمام عہدیدار بذریعہ انتخاب آتے ہیں اس لئے وہ صدر کی اطاعت کے پابند نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ صدر کے لیے در دسر بنے رہتے ہیں۔ بلکہ ساری چابی ناظم یا وزیر اعلیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ صدر بے چارہ تو ایک عضو معطل کی طرح ہوتا ہے۔ شرعی امیر کلی طور پر خود مختار ہوتا ہے وہ مشورہ کر کے جس کو مرضی کوئی عہدہ دے وہ اس معاملے میں بالکل آزاد ہوتا ہے کسی کا پابند نہیں ہوتا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ امیر المؤمنین بنے تو کوئی ان کا ناظم یا وزیر اعلیٰ نہ تھا وہ جس کو چاہتے تھے بناتے تھے جس کو چاہتے تھے ہٹا دیتے تھے۔ شرعی امیر کے بعد کسی کا کوئی انتخاب نہیں ہوتا سب عہدیدار اس کے نامزد اور اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لئے موجودہ امیروں کو شرعی امیر نہیں کہہ سکتے۔ نہ ان کی اطاعت فرض ہے کیونکہ وہ کفر کے نظام جمہوریت کے تحت امیر بنے ہیں ان کے نظام بھی غیر شرعی ان کے دوسرے بھی غیر شرعی جو ایک صحیح اہل حدیث کو کبھی بھی قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

اہل حدیث! کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ صحابہؓ بھی اہل حدیث اور ہم بھی اہل حدیث ہیں لیکن ہم میں اور ان میں بعد المشرقین ہے۔ صحابہؓ میں غیرت تھی، دینی حمیت تھی۔ ہم ان صفات سے بالکل عاری ہیں۔ صحابہ کرامؓ دینی جذبے سے سرشار تھے۔ اسلام پر جان دیتے تھے۔ ہم دنیا دار ہیں اور کرسیوں پر مرتے ہیں باطل سے دبتے ہیں یہ سارا فرق صرف اس وجہ سے ہے کہ صحابہ کرامؓ اسلام کی پیداوار تھے۔ ہم جمہوریت کی پیداوار ہیں۔

اب چودھویں صدی ختم ہو گئی ہے۔ کاپلیٹ رہی ہے۔ زمانہ کروٹ لے رہا ہے اسلام ابھر رہا ہے اور بالآخر اس کو ابھر کر رہنا ہے اگر ہم اب بھی نہ اٹھیں اور اپنے منصب کو نہ سنبھالیں تو اللہ تعالیٰ ہمارا انتظار نہیں کرے گا اللہ یہ کام کسی اور سے لے لے گا اور ہم کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ سقوط بغداد کے بعد اللہ نے اسلام کے مٹانے والوں ہی سے اسلام کا کام لیا۔ تاتاری جو اسلام کے دشمن تھے وہی اسلام کے پاسبان بن گئے اس لیے میرے بھائی اٹھ، اپنے مقام کو پہچان۔ اپنے فرض کو پورا کر۔ اہل

حدیث ہونے کی وجہ سے تیرا مقام خلافت رسولؐ ہے اور تو وارث رسولؐ ہے۔ اپنے عمل سے ثابت کر کہ واقعی اہل حدیث ہی وارث رسولؐ ہیں۔ یہی اسلام پر صحیح طور سے عمل پیرا ہیں۔ اقامت دین ہمارا کام ہے۔ اس کے لیے تبلیغ بھی کر اور جہاد بھی۔ اہل حدیث کا یہ فرض منہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح الہدایت بننے کی توفیق عطاء فرمائے اور کفر کے فتنوں سے بچائے۔ آمین

یارب العالمین!

امت محمدیہ کے لیے اسلام کا پیش کردہ لائحہ عمل

از افادات حضرت الامام مولانا عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک مکمل لائحہ عمل بیان فرمایا ہے جس پر چل کر ہم نہ صرف پاکستان و ہندوستان کو بلکہ تمام جہاں کو حیات ابدی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ اسلامی تنظیم کی الف۔ با۔ صلوة اور زکوٰۃ ہے۔ اگر انسان ذرا بھی غور و خوض کرے تو پنجوقتہ نماز باجماعت ہی اس کو جماعتی زندگی کا باغک و دہلیز بن دے رہی ہے۔ جماعتی زندگی کو اپنانے اور انفرادی زندگی کو مٹانے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں وصیت کی ہے۔

أَوْصِيَكُمْ بِخَمْسٍ أَوْصَانِي اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهَجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَأَنَا أُمَرُّكُمْ بِخَمْسٍ اللَّهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ الْجَمَاعَةُ وَالسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْهَجْرَةُ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قَيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ إِلَّا سَلَامٌ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يُرَاجَعَ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ بَشَا جَهَنَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ الْحَدِيثُ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. میں تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(۱) تم پر فرض ہے کہ تم جماعت بن کر رہو اور امام کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اور ہجرت کرو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہو اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کرے تا تب ہو جائے اور جس نے جاہلیت کی زندگی (یعنی افتراق و انتشار و بغاوت) کی دعوت دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لوگوں

نے پوچھا کہ حضور اگر چہ وہ نمازی اور روزے دار ہو؟
فرمایا کہ ہاں اگر چہ وہ نمازیں پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو۔ اور اپنے زعم میں اپنے آپ کو
مسلمان سمجھتا ہو۔

وَاٰخِرُ جَهْ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ عَلٰی سَرَطِ الصَّحِيحَيْنِ

اسلام اور التزام جماعت

اس حدیث شریف سے چند باتیں واضح طور معلوم ہونیں۔

(۱) ایک یہ کہ مسلمان کے لیے سب سے مقدس چیز جماعتی زندگی ہے۔ اسلام اور
جماعت ایک ہی چیز ہے۔

(۲) دوم۔ یہ کہ جماعتی زندگی کا ترک اسلامی زندگی کا ترک ہے جس کی تعبیر ترجمان
وحی رسالت ماب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمائی ہے کہ جو ”مسلمان جماعت سے باشت بھر بھی
علیحدہ ہوا تو اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔“

(۳) سوم یہ کہ جماعتی زندگی سے علیحدگی کی جو ملامولوی دعوت دیتے ہیں اور خلاف شرع
شبہات و شکوک پیش کر کے جماعت میں پھوٹ و تفرقہ اندازی کرتے ہیں، جماعت سے لوگوں کو
نفرت دلاتے ہیں۔ بجائے اطاعت کے بغاوت کا سبق دیتے ہیں وہ درحقیقت جاہلیت کی
زندگی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جس کا انجام جہنم ہے۔

(۴) چہارم یہ کہ جماعتی زندگی سے کٹ کر زندگی گزارنے والوں کے لیے اس میں سخت
وعید ہے کہ ایسی حالت میں نہ صرف نماز و روزہ باعث نجات ہو سکتے ہیں نہ اس کا اپنے آپ کو
مسلمان کہنا اور سمجھنا عذاب جہنم سے نجات دلا سکتا ہے۔ ایسا شخص خواہ کتنا ہی دین دار بنے۔ صوم و
صلوٰۃ کا پابند ہو، تہجد گزار ہو، شکلاً و صورتاً با شرع ہو مگر جب تک جماعت میں رخنہ اندازی سے باز
نہ آئے نجات نہیں بلکہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے۔

(۵) پنجم یہ کہ التزام جماعت کے بعد یعنی جماعتی زندگی میں داخل ہوتے ہی اس کا منہ
و مذہبی و اخلاقی فریضہ جماعتی احکام و فرامین کو مننا اور قبول کرنا۔

- (۶) ششم یہ کہ جماعتی زندگی کا یہ لازمی و حتمی اقتضاء ہے کہ اپنے امیر اور امام کے احکام و فرمان کی کامل درجہ اطاعت کرے اور ان کی تعمیل و تسلیم میں سرگرم رہنا اپنا فریضہ سمجھے۔
- (۷) ہفتم یہ کہ جماعتی مقصد کے حصول کے لیے ہر طرح کا ایثار و قربانی کرنی چاہئے۔
- اس راہ میں تفاوت احوال کی بناء پر ہجرت و جہاد ہی کا موقع امتحان کیوں نہ پیش آجائے۔

ایک قابل توجہ اور اہم چیز:

حدیث ہذا میں یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ سب سے پہلے اس حکم کے بعد کہ مسلمانوں کو خدا کا حکم یہ ہے کہ وہ جماعتی زندگی گزاریں۔ معاً یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ان پر ”سمع و طاعت“ واجب ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر پر کہ جماعت کے لیے امیر کا ہونا شرعاً ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ اس لیے بغیر ذکر امیر و امام کے معاً جماعت کے بعد سمع و طاعت کا ذکر فرمایا کیونکہ قیام جماعت امارت اور امامت کے فوائد و ثمرات سمع و طاعت امیر ہی سے مرتب ہو سکتے ہیں اور اس حدیث میں اس حکم کو مطلقاً بیان کیا گیا ہے۔ یعنی عام ازیں کہ مسلمان دارالاسلام میں بستے ہوں یا دارالکفر میں۔ بہر حال وہ اقامت جماعت کے شرعاً مکلف ہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا اعلان خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی واضح الفاظ میں کیا تھا کہ

لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةٌ إِلَّا بِإِمَارَةٍ وَلَا إِمَارَةٌ إِلَّا بِطَاعَةٍ. (جامع لا

بن عبد البر ص ۶۲)

یعنی اسلامی زندگی نہیں ہو سکتی بغیر جماعتی زندگی کے اور جماعتی زندگی نہیں ہو سکتی بغیر امارت کے اور امارت کا دار و مدار اطاعت امیر پر ہے۔ یعنی امیر و امام کی اطاعت واجب ہے۔ پھر جماعتی زندگی جو بقول فاروق اعظم امارت کی شرعی تعبیر ہے اس کی اہمیت و لا بدیت کو واضح کرنے کے لیے کہ یہی اسلامی زندگی ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی دمی نے ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان فرمادیا کہ جس نے جماعتی زندگی سے اپنے آپ کو نکال لیا۔ علیحدگی اختیار کی۔ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے باہر نکال دیا اور جو اس سے علیحدہ رہا اور علیحدگی کی

دعوت دیتا رہا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اگرچہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو۔ پس بغیر وابستگی امیر جس طرح کی بھی زندگی ہوگی وہ اسلامی اور جماعتی زندگی نہیں ہوگی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث میں اس کی وضاحت و صراحت موجود ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً. (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے علیحدہ ہو جائے گا اور جماعت کو چھوڑ دے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ یعنی انتراق و انتشار بے قیدی و بے سری اور جماعت سے علیحدگی اسلامی زندگی نہیں ہے بلکہ یہ جاہلیت کی زندگی ہے۔ پس جو شخص جماعت سے الگ ہو کر شتر بے مہار رہا اور اسی حالت میں مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ دوسری حدیث میں بروایت ابن عباسؓ یوں منقول ہے۔

لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَيَمُوتُ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (صحیح بخاری شریف) یعنی جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی باہر ہوا۔ اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ یہ صحیحین کی روایات مختوم، بخاتم الصحتہ ہیں۔ کسی کی مجال کہ ان کی صحت میں گفتگو کرے۔ سنداً و امتناً دونوں اعتبار سے ان کی صحت پر اتفاق ہے۔ نیز تلخیص الحمیر میں مسند ابی ابن عمرؓ سے ایک حدیث مروی ہے جو بمنزلہ شرح و تفسیر کے ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ خَرَجَ عَنِ الْجَمَاعَةِ قِيدَ شَبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ حَتَّى يَرَا جَعَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامٌ جَمَاعَةٍ فَإِنَّ مَوْتَهُ، مَوْتُهُ جَاهِلِيَّةٍ (أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ) اسی کے تحت تلخیص میں ہے۔

وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حَبَّانَ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ.

یہ جملہ روایات ضرورت امیر بلائیکر پر شاہد عدل ہیں۔ ان سے تاکید و جود امام بوجہ الام ثابت ہوتی ہے۔ فافہم و تدبر۔ (ت۔ س۔ پ)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان

جماعت غرباء اہل حدیث ایک خالص دینی جماعت ہے جس کی تنظیم شرعی اور اسلامی ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو۔ (القرآن) کے مطابق افراد جماعت ایک امیر کی ماتحتی میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جماعت کے موسس شیخ الکل السید مولانا نذیر حسین محدث ہند کے شاگرد رشید شیخ الحدیث حامی توحید ماحی شرک و بدعت مولانا عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا مرحوم نے اپنے شیخ کے ایماء پر ۱۳۰۰ھ کے اوائل میں ایک اسلامی جماعت قائم کی اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطوبیٰ للغرباء (غرباء کے لیے خوشخبری ہے) کی مناسبت سے اس کا نام جماعت غرباء اہل حدیث رکھا۔

بلاشبہ تنظیم جماعت کا جو مفہوم اور عمل عہد نبویؐ اور خلفائے راشدین کے زمانہ خیر میں سمجھا گیا اور وقتاً فوقتاً امت مسلمہ اس پر عمل پیرا رہی تھی حتیٰ کہ ہندوستان میں مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے اسے اجاگر کیا۔ مولانا عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں اس کا احیاء کیا اور شرعی تنظیم لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة الا بطاعة کا حقیقی مفہوم عملی طور پر پیش کیا۔ آج بھی مولانا عبد الرحمان سلفی امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کی مشفقانہ قیادت میں جماعت تعلیم و تبلیغ اور اسلامی قانون کے نفاذ میں کوشاں ہے۔ متعدد بار ارباب حکومت سے ملاقات کے دوران انہوں نے اس بات کو الحمد للہ واضح کر دیا ہے کہ پاکستان کی فلاح و بقا اور استحکام صرف قرآن و حدیث کے عملاً نفاذ میں ہے اور یہاں کسی مخصوص فقہ کا نفاذ نہیں ہوگا۔ تمام اختلافات کو ختم کرنے کی واحد صورت یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے ہر فیصلہ کی بالادستی کو تسلیم کیا جائے۔

جماعت کا مرکزی بیت المال قائم ہے جس میں مسلمانوں کے زکوٰۃ، صدقات جمع ہو کر مستحقین پر صرف کئے جاتے ہیں۔ دینی مدارس اور مساجد کو ماہانہ امداد دی جاتی ہے۔ و امر ہم شورویٰ بینہم کے مطابق جماعت کی مجلس شوریٰ میں جماعتی امور باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں اور ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ جماعت کے مندرجہ ذیل شعبہ جات مصروف عمل ہیں اور الحمد للہ ان کے لیے مزید جدوجہد جاری ہے۔

(۱) شعبہ تعلیمات۔ اس شعبہ میں کراچی، حیدرآباد، سکھر، ملتان، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، چوٹی، زیریں، فاضل پور، ضلع سیالکوٹ، ضلع قصور، ضلع مظفر گڑھ اور لاہور میں ابتدائی متوسط ثانوی اور تحفیف القرآن کے مدارس جاری ہیں۔ (۲) شعبہ تنظیم مساجد (۳) نشر و اشاعت (۴) خدمت خلق (۵) دعوت و ارشاد اور (۶) تصنیف و تالیف کے شعبے بھی سرگرم عمل ہیں۔ عرصہ ۹۴ سال سے (۷) رسالہ صحیفہ اہل حدیث ہر پندرہ یوم بعد شائع ہو کر اشاعت دین میں کوشاں ہے۔ اس کے ذریعہ بفضل اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کی تفسیر شائع ہوتی ہے۔ کراچی میں ماہانہ تبلیغی پروگرام کے علاوہ کل پاکستان قرآن و حدیث کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ گلشن اقبال بلاک نمبر ۶ کراچی میں جامع مسجد امام ابن تیمیہ اور جامعہ ستاریہ اسلامیہ ایک عظیم دینی درس گاہ قائم ہے۔ جہاں قرآن کالج، دعوت کالج، شریعہ کالج، خیراتی ہسپتال اور کالج برائے خواتین کی عمارتیں بھی منصوبے میں شامل ہیں۔ طالبات کے لیے کلیہ فاطمہ الزہراء للبنات، گلشن اقبال کراچی بچپن کی تعلیم کے لیے کوشاں ہے۔ اور بحمد للہ تعلیم کے میدان میں اپنی مثال آپ ہے۔

جماعت غرباء اہل حدیث اپنے تمام اہل حدیث بھائیوں کو خصوصاً اور دیگر اہل اسلام کو عموماً دعوت دیتی ہے کہ جماعت میں شامل ہو کر شرعی امارت پر عمل پیرا ہو کر زندگی بسر کریں کہ اسلامی زندگی امیر و مامور کی زندگی ہے۔ جماعت میں شمولیت اختیار کر کے جماعتی استحکام اور ملکی مسائل سے نمٹنے اور کفر و الحاد کو مٹانے کے لیے جماعت کے ساتھ تعاون کیلئے ہم آپ کا خیر مقدم کریں گے اور آپ کی مفید تجاویز کی رہنمائی میں ان شاء اللہ جماعت ترقی پذیر ہوگی۔ یاد رکھئے جماعت غرباء اہل حدیث موجودہ تمام تنظیموں میں پہلی وہ جماعت ہے جو بفضل اللہ شرعی امارت کے ساتھ

آج تک قائم ہے۔ ہم اپنے ان تمام معاونین کا جو جماعت کے بیت المال کے ساتھ تعاون کرتے ہیں بے حد ممنون ہیں۔

الحمد للہ:

جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے شعبہ تعلیمات دعوت و تبلیغ شعبہ خدمت خلق شعبہ افتاء اور شعبہ تنظیم مساجد کے ذریعہ پاکستان و بیرون پاکستان مسلک اہل حدیث کی اشاعت و خدمت کا فریضہ انجام دیا جا رہا ہے۔ آپ بھی جماعت غرباء اہل حدیث کے ساتھ دامن درمے سخنے تعاون کیجئے اور جماعت میں شمولیت اختیار کر کے شرعی تنظیم کے ساتھ منسلک ہو جائیئے۔
(والتوفیق بید اللہ)

جماعت غرباء اہل حدیث کی دعوت

۱۔ جماعت غرباء اہل حدیث بحیثیت مسلمان ہر فرد کو بالعموم اور جماعت اہل حدیث میں داخل ہونے کی حیثیت سے بالخصوص توحید باری تعالیٰ اور خالص عبادت الہی کی بروقت طریقہ سلف صحابہ و تابعین و محدثین کے دعوت دیتی ہے۔

۲۔ جو شخص بھی اسلام کا دعویدار ہے، جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ جماعت میں شمولیت کرنے کے ساتھ صحیح معنی میں مسلمان بنے اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مقاصد کو پورا کرنے میں ہمہ تن مصروف رکھے۔

۳۔ آج دنیا کا نظام زندگی خواہ وہ دنیوی لحاظ سے ہو یا دینی حیثیت سے اس کی زمام کار غیر مسلم باغیوں کے ہاتھ میں ہے۔ زندگی کے قانون کا کوئی بھی شعبہ ہو اس میں غیر الہی قانون چل رہا ہے۔ جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ ایسے غیر الہی قانون کو بدل کر قانون الہیہ کو رائج کیا جائے اور ہر جگہ اللہ کا ہی قانون جاری ہو جائے۔ کیوں! اس واسطے کہ قانون بنانا کسی فرد یا جماعت کا کام نہیں بلکہ احکم الحاکمین کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اس قانون کا نفاذ امراء کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس قانون الہی کی تشریح و تفسیر کا حق صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے جو ہر وقت ہر زمانہ اسلامی حکومت کے لیے کافی ہے۔ اس کی موجودگی میں سوائے اقتصادیات کے کسی اسمبلی یا جماعت کو قانون سازی کا حق نہیں۔

۴۔ جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے۔ جس کے ذریعے مسلمانوں کی عزت، مال، جان محفوظ اور ہو اور ہمسایہ کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہو اور

بد اخلاقی و بد تہذیبی کے راستوں سے روکتا ہو، کبار و صغائر گناہوں اور کفر و شرک اور بدعت سے بچنے کی تعلیم دیتا ہو۔ بدکاری و فحاشی، شراب نوشی، رشوت خوری، چوری سے روکنے کی تعلیم دیتا ہو، تاکہ:

۵۔ برائیوں کا قمع قمع کیا جائے۔ شر و فساد دور کیا جائے، نیکی و خیر کا بول بالا ہو، قرآن و حدیث کا چرچا کیا جائے اور اسی کے مطابق زندگی کو ڈھالا جاسکے۔ جو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب دنیا میں ہر وہ قانون جس کا نفاذ کیا جائے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق چلایا جائے۔

۶۔ اب مسلمانوں کو چاہئے کہ لگاتار کوشش کریں کہ تمام انسان اللہ رب العزت کی بندگی کرنے کے ساتھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطیع و فرماں بردار رہا کریں۔

۷۔ مسلمانوں کی شرعی تنظیم کے لیے جدوجہد کی دعوت دیتی ہے تاکہ مسلمان اجتماعی زندگی بسر کر کے اللہ کے حکم کی تعمیل کریں۔

۸۔ سب سے اول مسلمانان عالم میں سے بڑی سلطنت اسلامی حکومت میں شرعی نظام قائم کیا جائے تاکہ تمام ممالک اسلامیہ اس قابل اتباع امر پر عمل کریں۔ رفتہ رفتہ یہ نظام الہی ساری دنیا پر چھا جائے یہاں تک کہ شمال و جنوب، مشرق و مغرب اور آفاق میں انگریز و یہود، ہندو سکھ، لاطینی و یونانی، مسلم و غیر مسلم پر خدائے لم یزل ولایزال کا ہی قانون نفاذ ہو۔

۹۔ جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت ملک میں بحکم اللہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمال صالح کی پابندی کرانے کے ساتھ ملک کی حکومت کے زمام کار سنبھالنے والے بھی خود صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں اور رعایا کی دینی نگرانی بدرجہ اتم کریں۔

۱۰۔ جماعت غرباء اہل حدیث دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت میں فحاشی و بدکاری کے اڈے رقص و سرود کے آلات و ذرائع، شراب نوشی و قمار بازی، سودی لین دین، سینما و فلم کا کاروبار اور غیر ممالک سے ایسی چیز کی درآمد منع کی جائے جسے اسلام روکتا ہے۔

۱۱۔ جماعت غرباء اہل حدیث یہ بھی دعوت دیتی ہے کہ اسلامی حکومت بننے پر بھی سربراہ مملکت بیعت لے اور ملک میں بیت المال قائم کرے اور اعمال و محاسب مقرر کرے اور طرز حکومت کو علی طریق خلافت راشدہ چلا کر صحیح معنوں میں حکومت الہیہ قائم کی جائے اور زنا بالجبر ہو یا بالرضاء اس پر قانون الہی کے مطابق حد قائم کی جائے۔ اسی طرح چوری سرقہ اور جرائم جن کے ارتکاب پر جرم، قطع ید، تھکنا وغیرہ کئے جاتے ہیں قرآن و حدیث کے قوانین کے مطابق جاری کرے۔

مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث کراچی کی عظیم درسگاہ

جامعہ ستاریہ اسلامیہ



گلشن اقبال بلاک نمبر 6، پوسٹ بکس نمبر 206 کراچی
فون: 34993313 (021) ای میل ایڈریس: alsattaria@jgai.org

مدیر اعلیٰ	پروفیسر حافظ محمد سلفی	نائب مدیر	مولانا حافظ عبد الجبار سلفی
مدیر مساعد	انجینئر محمود سلفی	ناظم تعلیمات	مولانا حافظ محمد ادریس سلفی
شیخ الحدیث	مولانا محمود احمد حسن	وکیل الجامعہ	حافظ محمد انس مدنی
ناظم تبلیغ			
مولانا محمد اسحاق شاہد			

جامعہ ستاریہ اسلامیہ میں ابتدائی متوسط، ثانوی، عالمی اور حفظ القرآن کے درجوں نیز اردو پرائمری کے ساتھ میٹرک تک تعلیم جاری ہے۔ طلبہ کے قیام و طعام کا معقول انتظام ہے۔ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ بہترین کمرے، کھلی فضاء، جید اور ممتاز علماء اساتذہ، احسن تربیت، مشفق نگران، عمدہ کھانا صاف ستھرا ماحول جامعہ کی خصوصیات میں شامل ہے۔

ہر سال تکمیل کرنے والے طلبہ کی دستار بندی ہوتی ہے۔ انہیں سند دی جاتی ہے۔ نوجوان نسل کو ہنرمندی کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے فنی کمپیوٹر ٹریننگ کورس بھی شروع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں اندرون سندھ قھر میں جامعہ کے تحت 63 مدارس قائم ہیں۔ ان میں تحفیز القرآن اور درس نظامی کے مدارس و مکاتب شامل ہیں۔ مدیر جامعہ ستاریہ، اساتذہ کے وفد کے ساتھ شش ماہی اور سالانہ امتحان اور مدارس کا جائزہ لینے کے لئے سال میں دو مرتبہ تشریف لیجاتے ہیں۔ کامیاب ہونیوالے طلبہ کو انعامات تقسیم کرتے ہیں۔ اور منتظمین کو ہدایات دیتے ہیں۔ محمد ثندان مدارس سے بڑی تعداد میں طلبہ و طالبات مستفید ہو رہے ہیں۔ اور جہالت کا اندھیرا ختم ہو کر علم کی روشنی پھیل رہی ہے۔

نوٹ: جامعہ ستاریہ اسلامیہ میں صوت الاسلام کیسٹ لائبریری قائم ہے

یہاں اہل حدیث علماء کرام کی نادر و نایاب کیسٹس موجود ہیں اس کے علاوہ یہاں سے پمفلٹ بھی شائع کئے جاتے ہیں

مرکزی جماعت غرباء اہلحدیث کا ترجمان

پندرہ روزہ (کراچی) صحیفہ اہلحدیث

عرصہ 95 سال سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اپنے سنجیدہ اور مدلل مضامین کی وجہ سے ملک کے دیندار طبقہ اور علمی حلقہ میں بہت مقبول ہے۔

صحیفہ اہل حدیث:

میں چونکہ قرآن وحدیث کے علاوہ تاریخ وسیرت پر فکر انگیز مضامین شائع ہوتے ہیں اس لئے ملک کا مذہبی طبقہ اس کو خود بھی پڑھتا ہے اور اپنے دیگر احباب کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

صحیفہ اہل حدیث:

میں باب الفتاویٰ کے مسائل کا حل ہر اشاعت میں شائع ہوتا ہے۔ مفتی جماعت دینی و دنیاوی مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ علامۃ المسلمین اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

صحیفہ اہل حدیث:

کے مضامین وقتی اور ہنگامی نہیں ہوتے اس لئے اسکو بطور قائل محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

صحیفہ اہل حدیث:

میں شائع اشتہارات ایک مرتبہ طبع ہو کر عرصہ دراز تک لاکھوں افراد کے مطالعہ میں آتے ہیں اس میں آپ کا دیا ہوا اشتہار ان شاء اللہ کبھی ضائع نہیں ہوگا۔

صحیفہ اہل حدیث:

صحیفہ اہل حدیث کے مستقل خریدار بنیے

برائے (پاکستان) سالانہ 350/- روپے * نی پرچہ 20/- روپے * (بیرون پاکستان) 40 امریکی ڈالر

مدیر تنظیم: جناب عبید اللہ سلفی

مدیر مسئول: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مجلس ادارت: مرکزی علماء پورٹو

مدیر معاون: مولانا عبدالعظیم حسن زکی

دفتر صحیفہ اہل حدیث محل منسل محمدی مسجد محمد بن قاسم روڈ اے۔ ایم نمبر 1 کراچی

اکاؤنٹ نمبر 4-0102832 یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ اسٹریٹن روڈ براچ کراچی